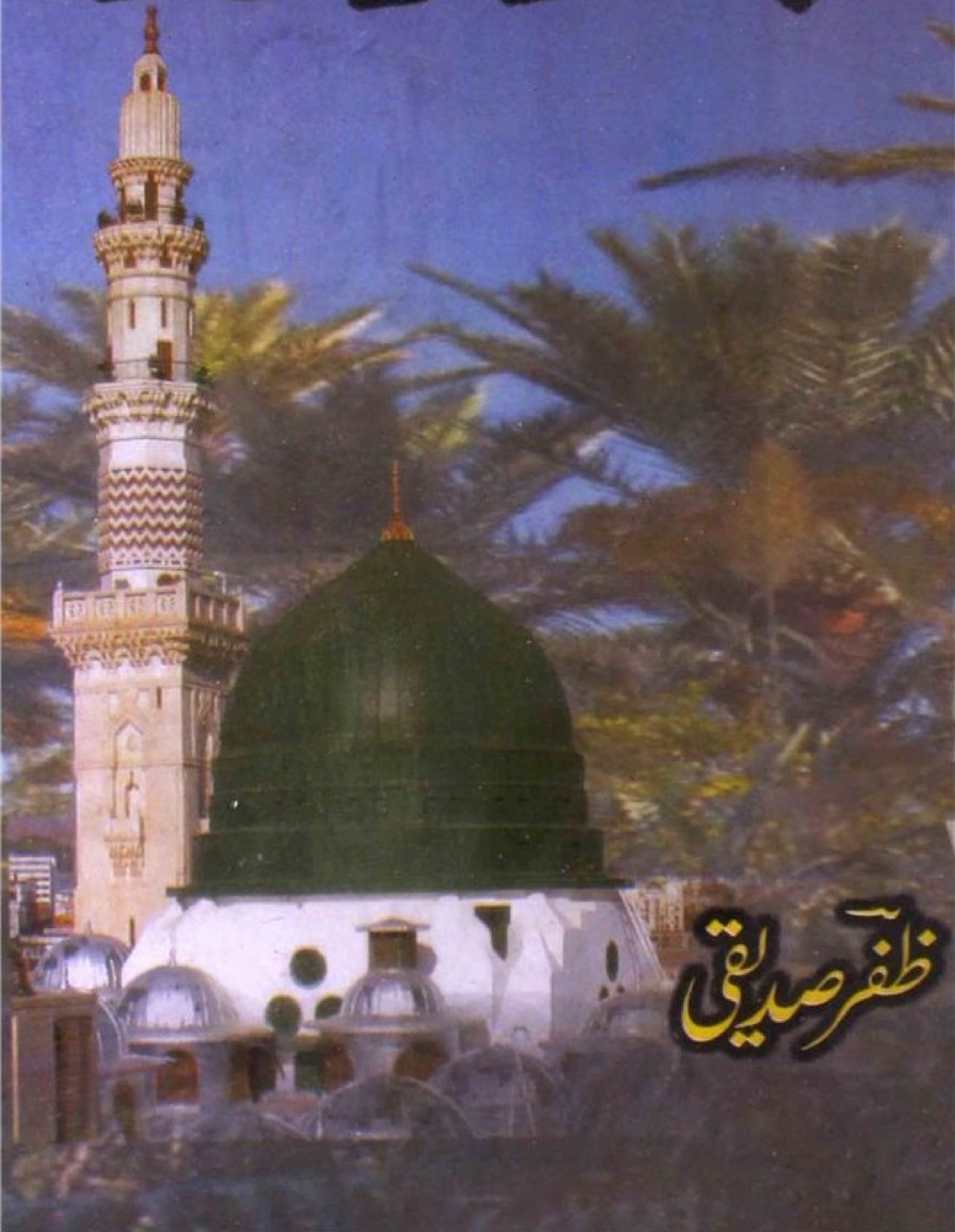
بعد از خدا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از خدا

(نعتیہ مجموعہ)

ظفرؔ صدیقی

ناشر: علمی مجلس بہار

جملہ حقوق محفوظ

اس کتاب کی اشاعت میں بہار اردو اکادمی کا جزوی مالی تعاون حاصل ہے۔

کتاب	:	بعد از خدا
شاعر	:	ظفرؔ صدیقی
موبائل	:	9835236110 9334298652
سال اشاعت	:	۲۰۰۸ء
تعداد	:	۵۰۰
کمپوزنگ	:	حافظ وقاری محمد رمضان علی نعمانیؔ استاذ دار العلوم مجیبیہ، خانقاہ پھلواری شریف 9801779414
ہدیہ	:	۲۰۰/روپے
ترتیب وتزئین	:	ظفر انصاری ظفرؔ
مستقل پتہ	:	مقام وڈاکخانہ: پوکھریرا، وایا: رائے پور، ضلع: سیتامڑھی، بہار۔
ناشر	:	علمی مجلس بہار، اشوک راج پتھ، پٹنہ۔۴
تقسیم کار	:	دانش مرکز (رجسٹرڈ) محلہ مہتوانہ، پھلواری شریف پٹنہ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ

تعارف

قلمی نام	....	ظفرؔ صدیقی
نام	....	محمد ظفر
ولدیت	....	محمد ناظم
سن پیدائش	....	۱۹۵۶ء
تعلیم	....	انٹرمیڈیٹ
وطن	....	موضع: پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار۔
سکونت	....	محلّہ خلیل پورہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔
پیشہ	....	خدمت خلق
ذوق	....	شاعری اور صحافتِ شعری

تجھ پر حبیبِ رب کا یہ احسان ہے ظفرؔ
لوگوں سے مختلف ہے تری شاعری کا رنگ

انتساب

سلطان المحققین مخدوم جہاں

کے

نام

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ظفرؔ صدیقی

اظہار تشکر

مجموعۂ کلام ''بعداز خدا'' کی اشاعت کے مسعود ومیمون موقع پر اس رب ذوالجلال کی خدمت میں شکروسپاس اور حمدوثنا کا نذرانہ پیش کرنا اپنے لئے فرض عین سمجھتا ہوں جس نے لفظ کن سے ساری کائنات کو وجود بخشا اور انسان کو اپنی خلافت ونیابت کا تاج پہنایا۔ پھر اس رب قدیر نے انسانیت کی ہدایت کے لئے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا۔ ہم انسانوں پر اس کا سب سے بڑا کرم اور احسان یہ ہے کہ اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارا ہادی بنا کر ہمیں اس کی امت میں شامل کیا جس کی تمنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو بھی تھی۔ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میں اس نبی کا مداح بھی ہوں اور امتی بھی۔ لیکن مجھے یہ احساس بھی ہے کہ اس نبی کی تعریف وتوصیف کا حق مجھ ہیچمداں سے مکمل ادا نہیں ہو پائے گا جس کی عظمت اور بزرگی کے بیان میں خود خالقِ نطق وزبان رطب اللسان ہے۔ یہ تو محض میری خوش عقیدگی ہے کہ میں اُس محبوب کردگار کے حضور میں نعتیہ اشعار کا یہ گلدستہ پیش کررہا ہوں۔ اگر اسے اس رحمتِ تمام کی بارگاہ میں خوشنودی اور قبولیت کی سند حاصل ہوجائے تو یہ میرے لئے معراجِ زندگی ہوگی۔

میں نے اپنی نعت گوئی کی بنیاد علم پر کم اور عقیدت پر زیادہ رکھی ہے اس لئے میری نعتوں میں علمیت سے زیادہ عقیدت اور محبت کے عناصر موجود ہیں۔ بعض احباب کی یہ رائے ہے کہ میری نعتیہ شاعری میں لہجے کی ندرت موجود ہے، لیکن جہاں تک نئے لہجے کی بازیافت کا سوال ہے تو میں نے ایسا کچھ بھی قصداً نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کا تعلق میرے طبعی میلان سے ہے۔

اپنی نعت گوئی کے تعلق سے اس بات کا اظہار کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ صنف نعت کی طرف رجوع کرنے کے پس پشت کوئی ایسا منصوبہ ہرگز نہیں تھا کہ ایک مجموعہ کلام تیار کر کے اسے شائع کرایا جائے گا اس لئے اس کا کوئی خاص اہتمام ماضی قریب ہو یا ماضی بعید، کسی بھی زمانے میں نہیں کیا گیا تھا، لیکن مجھ پہ ایسی کیفیت بارہا گزری ہے جب نعتیہ اشعار کہے بغیر میرے لئے کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ یہ دراصل اس جان ایمان کی محبت اور عنایت کا صدقہ ہے۔

ان کی رحمت نہ ہو تو ظفؔر عمر بھر
کوئی شاعر نہ کہہ پائے اک شعر تک

میرے اکثر و بیشتر اشعار جذب و کیف کے ہیں۔ مجھ پر جب بھی ایمانی کیفیت طاری ہوئی میں نے محسوس کیا کہ نعت جیسی کوئی چیز ظہور میں آ رہی ہے۔ ابتدا میں اس کی صورت غیر مرئی ہوا کرتی تھی اور میں یہ سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ اسے کس طرح پردہ تجرید سے نکال کر منصۂ شہود پر لایا جائے، کیوں کہ بقول غالب ؎

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

لیکن اس تخلیقی عمل کے دوران میری یہ شعوری کوشش رہی ہے کہ فریاد کو لے دے کر پابند نے بنا دیا جائے۔ کیوں کہ فنکار سے فن کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ حالاں کہ نعت گوئی کے تعلق سے میرا عقیدہ ہے کہ یہ عبادت کا حصہ ہے اور اس کی پہلی شرط خوش عقیدگی ہے اور فنکاری ثانوی چیز۔

میرے عقیدے کے شعری اظہار میں قارئین کو اگر کہیں شعری حُسن کا جوہر بھی ہاتھ لگ جائے تو یہ ان کے ذوق نظر کا کمال ہوگا ورنہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ اس معراج انسانیت کی شان میں لب کشائی کا سلیقہ مجھے ابھی آیا ہی کہاں ہے۔

اس مبارک موقع پر وفیسر طلحہ رضوی برقؔ، پروفیسر فاروق احمد صدیقؔی، پروفیسر

علیم اللہ حالیؔ اور جناب مشتاق احمد نوریؔ کا شکر ادا کرنا اپنے لیے ایک خوشگوار فریضہ تصور کرتا ہوں جنہوں نے میری گزارش پر اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ جناب سلطان اختر پروفیسر شکیب ایاز، شان الرحمٰن، جمال الدین ساحلؔ، قوس صدیقی، ڈاکٹر ریحان غنی ناشادؔ اورنگ آبادی، خورشید اکبر، عالم خورشید، واحد نظیر مولانا امجد رضا، زیبیؔ پھلواری، اثر فریدی، عبدالواسع، فاروق راغب قمرؔ ثاقب کلیم اخترؔ اور مسعود جامی جیسے احباب بھی شکریے کے مستحق ہیں جن کی صحبتوں نے میرے جذبۂ شوق میں کبھی کمی نہ آنے دی۔ اشرف النبی قیصر اور پرویز عالم (گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ) میرے شکریے کے خاص طور سے مستحق ہیں جو ادب اور زندگی کی گزرگاہوں میں ہر مقام پر ساتھ رہے ہیں۔ شکریے کی رسم اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک ظفر انصاری ظفرؔ کو یاد نہ کرلیا جائے جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تزئین کی ذمے داری اپنے سر لی اور اسے حتمی شکل دینے میں اپنا گراں قدر تعاون پیش کیا۔

ظفر صدیقی
مقام و پوسٹ: پوکھریرا، وایا: رائے پور،
ضلع: سیتامڑھی (بہار)

ظفر صدیقی — ایک نعت گو

پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ

ظفرؔ صدیقی بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں ابھرے اور جانے پہچانے جانے لگے عظیم آباد کے مشاعروں بالخصوص طرحی مشاعروں میں وہ اپنے سادہ و پرکار کلام سے داد وصول کرتے ہیں۔ تحت میں ان کے پڑھنے کا منفرد انداز بڑا دل نشیں ہے۔ وہ بالعموم اپنے اشعار میں بوجھل ترکیبوں دور از کار تشبیہہ واستعارہ اور گنجلک معنی آفرینی سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان کے یہاں خیال کی ندرت، فکر کا علو اپنی سادگی و برجستگی سے شعر کا قالب اختیار کرتا ہے جس کی مثال اور جگہ کم ملے گی۔ یہی ظفرؔ کی شناخت ہے۔

مجھے ان کے مبلغ علم کا اندازہ نہیں مگر اشعار گنجینۂ معنی کی طلسم کاریوں کا پرتو رکھتے ہیں۔ اچھا شعر تو سنتے ہیں دل میں اتر جاتا ہے، صاف وسادہ، سہل و برجستہ انداز ان کے اشعار کی خوبی ہے۔ ظفرؔ کی شاعری زبان دانی وشیوہ بیانی، رواں دواں اسلوب اور عام فہم طرز اظہار کی ممنون ہے۔

ظفرؔ صدیقی شمالی بہار کے مشہور ومردم خیز گاؤں ''پوکھریرا'' کے رہنے والے ہیں جہاں علم وادب کا چرچا عام ہے اور مقتدر علماء اور معتبر شعراء کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ علامہ شبنمؔ کمالی اور پروفیسر فاروق احمد صدیقی اسی خاک پاک کے گل ولالہ ہیں۔ ظفرؔ کی تعلیم وتربیت اسی معہد شعر وادب میں ہوئی۔ دینی مزاج اور مذہبی رجحان نے انہیں نعت گوئی کی طرف راغب کیا۔ لہذا نعت میں بھی ان کے اشعار کا ایک معتد بہ سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔

"بعد از خدا" کے عنوان سے ظفؔر نے اپنی خوبصورت نعتوں کا ایک انتخاب تیار کیا ہے۔اس کے مطالعے سے دیدہ و دل روشن ہوئے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ظفؔر صدیقی نعت گوئی میں عام ڈگر سے ہٹ کے چلتے ہیں اور انہوں نے اپنی مخصوص راہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔نعت گوئی کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے اور خطرات کے اندیشوں سے ہشیار ظفؔر نے حضور نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی کے بے محابہ استعمال اور اوصاف کے ایسے ذکر سے احتیاط برتی ہے جن پر ناقدین ادب کی نگاہ گرفت کا خدشہ ہو۔

ظفؔر آنحضرت سے اپنی دلی محبت اور والہانہ الفت کا اظہار بڑی پاکیزگی سے کرتے ہیں ان کی مدح و ثنا کا انداز کچھ ایسا ہے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد"

ہر ایک شب کو شبِ ماہتاب دیکھتے ہیں
حضور آئے ہیں گھر میں یہ خواب دیکھتے ہیں



جو دیدہ ور ہیں جو علم و یقین والے ہیں
سراپا اُن کو خدا کی کتاب دیکھتے ہیں

ظفؔر کی ایک نعت کے یہ دو شعر بھی پڑھیے:

یوں میرے گل کے بدن سے سگندھ پھوٹتی ہے
کہ جیسے عطر کی بو عطر دان سے نکلے



مری دعا ہے ظفؔر جب وہ قبر میں آئیں
کلام نعتیہ میری زبان سے نکلے

یارسول، یا نبی، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ردیفوں میں نعتوں کا ایک عظیم سرمایہ موجود ہے۔

ظفؔر نے ان سے ہٹ کر بڑی صاف ستھری، دلکش و دل نشیں زمینیں اختراع کی ہیں۔

مثلاً: سہولت کے لئے ہے، شفاعت کے لئے ہے، خوشی کی بات ہے، زندگی کی بات ہے، مہرباں ٹھہر جائے، دھواں ٹھہر جائے، پیغمبری کا رنگ، صاجبی کا رنگ، ذیشان کرنے والے ہیں، سلطان کرنے والے ہیں، عزت دے رہے ہیں، نعمت دے رہے ہیں، عصا روشن ہوا، دیا روشن ہوا، حصول کافی ہے، بھول کافی ہے، آئے آنے دو، جائے جانے دو، وغیرہ

ظفؔر صدیقی کی نعتوں سے میں نے چند زمینوں کی نشاندہی کی ہے جو بتا رہی ہیں کہ روایتی اور چلی ہوئی زمینوں سے الگ ان میں تازہ کاریٔ فکر وفن کی کوشش کی گئی ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر میں اپنے ادعا کے پیش نظر یہاں پر ان کے چند اشعار بھی نقل کروں۔ ملاحظہ ہوں:

بڑا حسین اجالا رہِ سفر میں ہے
ضیائے چہرۂ انور مری نظر میں ہے



وہی خدا کی پکڑ سے چھڑائیں گے اک دن
وہی نجات کا سامان کرنے والے ہیں



وہ چہرہ مہ و خور کو ضیا بخشنے والا
وہ زلف چمن زار کی نکہت کے لئے ہے



ظفؔر جب اُن کے ہاتھوں بک گیا ہوں
تو سارے لوگ قیمت دے رہے ہیں



لمس اَنگشتِ شہِ دیں سے عصا روشن ہوا
جگمگائی راہ، منزل کا پتا روشن ہوا



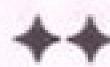
دل کے کاغذ پر جو حرفِ نعتیہ لکھا ظفؔر
مہر و ماہ و کہکشاں سے بھی سوا روشن ہوا



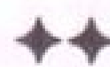
دشمن کے ساتھ کرتا ہے اچھا سلوک کون
یہ ظرف یہ ادا یہ شرافت اُسی کی ہے



ذاتِ اقدس محورِ کون و مکاں ہے آج بھی
ذکرِ انور داستاں در داستاں ہے آج بھی



سائے سے ماورا سے ظفؔر جس کی شخصیت
رب کا حبیب نور کا پیکر وہی تو ہے



عود و عنبر کو بھی وہ میسر کہاں
جو مہک میرے گل کے پسینے میں ہے



جو صاحبِ نظر ہیں تلاوت کریں ظفؔر
تفسیر ہے وہ ذات خدا کے کلام کی



انہیں بھی اپنی طرح کہہ رہے ہو کس منہ سے
کہ جن کے جسم پہ مکھی کبھی نہیں بیٹھی



وہ جن کے ذکر کو اللہ نے بلند کیا
اُنہی کے نام کا چرچا زمانے بھر میں ہے



برقؔ عفی عنہ
دانش کدہ شاہ ٹولی، داناپور کینٹ، پٹنہ۔801503
فون ، رھائش: 06115227101
موبائل: 9934420930






ظفر صدیقی کی نعتیہ شاعری

پروفیسر فاروق احمد صدیقی۔ مظفر پور

ظفر صدیقی کا تعلق اس مردم خیز قصبہ سے ہے جس کی مٹی میں محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو رچی بسی ہے اور جہاں کی فضائیں حمد و نعت کے فردوسی نغمات سے معمور نظر آتی ہے۔ عالم یہ ہے کہ ع

کان جدھر لگایئے ان کی ہی داستان ہے

میری مراد قصبۂ پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی سے ہے جو گہوارۂ علم و ادب اور مرکز رشد و ہدایت ہونے کی باعث پورے شمالی بہار میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور ایک جہت سے تو پورے شمالی ہند میں مشہور و معروف ہے، کوئی ایک صدی قبل سے یہاں کے دینی جلسوں اور نعتیہ مشاعروں میں پورے ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام اور نامور شعراء آتے رہے ہیں، علماء کی فہرست تو بڑی لمبی ہے، شاعروں بیکلؔ اتساہی، اجملؔ سلطانپوری اور رازؔ الٰہ آبادی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہے، یہ حضرات بار بار یہاں آتے رہے ہیں۔ اسی سے یہاں کے ادبی اور شعری ماحول کی برگزیدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مقامی طور پر استاذ الشعراء حضرت مولانا شبنم کمالی (علیہ الرحمہ) حضرت روشن القادری، عقیل الرحمٰن نعمانی، انجم کمالی، شوق مظفر پوری اور راقم السطور فاروق احمد صدیقی نے یہاں کی ادبی اور شعری روایت کو موٴقر بنانے میں بڑا اہم حصہ لیا ہے۔ ظفر صدیقی کے شعری ذوق کی تربیت اور ان کا ذہنی ارتقاء اسی پر کیف و پاکیزہ ماحول میں ہوا ہے۔ اسلئے ان کی شاعرانہ اُٹھان شروع سے ہی زوردار رہی ہے۔

اُن کی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے ہوا۔ اس میں انہوں نے خاصا نام پیدا کیا

اور اپنے منفرد لب و لہجے کی وجہ سے دور ہی سے پہچانے جانے لگے۔ نعت گوئی کی طرف وہ نسبتاً دیر سے آئے مگر دُرست آئے۔ اور اس تیزی سے آگے بڑھے کہ اپنے اکثر ہمسفروں اور ہم عصروں پر سبقت لے گئے۔ مذہب سے اِنسلاک بچپن ہی سے رہا ہے۔ اسی طرح ظفر نے اپنے گاؤں اور ماحول سے اتنا کچھ سیکھ لیا کہ وہ بآسانی نعتیں کہنے لگے۔ نعت کے مضامین و موضوعات کی جستجو کبھی ان کے لئے مسئلہ نہیں رہا۔ اگر وہ یہ اِدّعا کریں تو جائز ہے کہ ع

بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

نعت گوئی کے لئے پہلی شرط حُبِّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسری شرط عظمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واضح تصور ہے۔ ظفر صدیقی ان شرطوں پر پورے اُترتے ہیں۔ جن کے ثبوت میں ان کے یہ اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جن میں عشقِ رسول کی حِدّت وشدت بھی ہے اور طہارت ونفاست بھی۔ ندرت فکر و خیال بھی ہے اور جدّت اسلوب و ادا بھی۔ عام نعت گویوں کہ برعکس بالکل منفرد لب و لہجہ اور رنگ و آہنگ ملاحظہ ہو۔

لہو سے نعت لکھنا چاہتا ہوں دل کے کاغذ پر
دعا کرتا ہوں مل جائے قلم جبریل کے پَر کا

**

جنگل صحرا، کوہ، سمندر، راہ میں آئے آنے دو
خوف نہ کھاؤ، اُن کی خاطر جان بھی جائے جانے دو

**

محل کو چھوڑ دے جنت کو مار دے ٹھوکر
قیام کے لئے جس کو تری گلی مل جائے

**

لاکھ آندھی چلے، لاکھ طوفاں اُٹھے
گر نہ پائے گا کوئی سنبھالا ترا

❁❁

سلطنت جس کی ہے فرش سے عرش تک
وہ شہنشاہ اعظم مدینے میں ہے

❁❁

ہر بندۂ مولا ترے کردار کا قایل
ہر آیت قرآں تری مدحت کے لئے ہے

❁❁

یہ مال و زر تو اک ادنیٰ سی چیز ہے لوگو!
ہم اُن پہ زندگی قربان کرنے والے ہیں

❁❁

لوگ پتھر پہ پتھر چلائیں مگر
وہ نچھاور کریں پھول کے ڈھیر تک
صرف سرکار طیبہ نہ کہئے اُنہیں
راج پاٹ اُن کا آکاش کے گھیر تک
محبتوں میں کبھی فاصلہ نہ دیکھ ظفر
وہ دور ہیں تو یہیں سے سلام ہو جائے

کس قدر محتاط و مؤدب انداز ہے۔ نہ کہیں افراط و تفریط۔ ایک خوشگوار اعتدال توازن ہر جگہ موجود ہے۔ شاعر کو جب تک تائید ربانی حاصل نہیں ہو یہ کامیابی نہیں مل سکتی۔ اس لئے میں کہنا چاہتا ہوں کہ ظفر صدیقی فیضان سماعی سے مالا مال ہیں۔ اپنی اس خوش بختی پر وہ جس قدر ناز و افتخار کریں کم ہے۔

ایک خاص بات جو ظفر صدیقی کی نعتوں میں دیکھی جا سکتی ہے وہ یہ کہ اُن کو اپنے جذبات و احساسات کے اظہار پر حیرت انگیز قدرت حاصل ہے۔ کسی بھی بحر و وزن میں وہ طبع آزمائی کر رہے ہوں اُن کا قلم عجز بیان کا شکار نہیں ہوتا۔ بالفاظ دگر وہ ریگستان میں بھی بڑی آسانی سے جہاز چلا لیتے ہیں۔ وہ اس نکتہ سے واقف ہیں کہ کسی فکر و خیال کو کاغذی پیرہن عطا کر دینا کوئی خاص بات نہیں۔ کمال فن تو یہ ہے کہ اس کو شاعرانہ آب و رنگ سے مزّین کر کے پیش کیا جائے۔ اور جب نعت ایک صنف شاعری ہے تو اس میں شعری لوازم اور فنی محاسن کی پابندی و پاسداری تو ہونی ہی چاہئے ورنہ روکھے، پھیکے اور سپاٹ شعری نمونوں کی بازار ادب میں کیا پذیرائی ہوگی۔ دیکھئے اشعار ذیل میں انہوں نے کس طرح اپنی فکر بلند کو فنی آب و تاب عطا کی ہے ؎

جادۂ ظلمت میں ان کا نقش پا روشن ہوا
ذرّۂ ناچیز بھی، سورج نما روشن ہوا



پربتوں کی رفعتیں بھی جھک کے کرتی ہیں سلام
گنبدِ خضریٰ زمیں پر آسماں ہے آج بھی



یوں میرے گل کے بدن سے شگندہ پھوٹتی ہے
کہ جیسے عطر کی بُو، عطردان سے نکلے



یہ چودھویں کا چاند یہ کھلتا ہوا گلاب
اُس کی کہاں نظیر کہ وہ بے نظیر ہے



ہنس دیئے تو گلستاں میں آگئی فصل بہار
چل پڑے جس راستے، وہ راستہ روشن ہوا



خرام ناز نے صحرا کو کر دیا گلشن
جہاں تھی ریت وہاں ہم گلاب دیکھتے ہیں



جاگتے سوتے اگر اُن کا خیال آجائے
دیدۂ شوق میں برسات کا موسم رکھنا



ستم کی دھوپ میں اک تو ہے سایۂ رحمت
وہ جل اٹھے جو ترے سائبان سے نکلے



چمک رہے ہیں ستارے ترے اشارے پر
مہک رہے ہیں گلستاں ترے پسینے سے



مارے خوشی کے بادِ صبا جھومنے لگی
میں نے جو بات چھیڑی کسی کے خرام کی



ظفرؔ صدیقی کی نعتوں کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ حسنِ تغزل سے معمور نظر آتی ہیں۔ یہ صفت عام طور پر خوبصورت الفاظ اور والہانہ انداز بیان کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ شاعری میں اشاریت اور ایمائیت کی اہمیت مسلّم ہے۔ اس کے بغیر تو اچھی غزل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ظفر صدیقی نے اپنی نعتوں میں بھی اشاراتی اور کنایاتی اسلوب

وانداز سے بڑا کام لیا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے ع

برہنہ نگفتن کمال گویائی ست

اور علمائے معانی کا بھی اس پر اجماع ہے کہ "الکنایۃ ابلغ من التصریح" یعنی صراحت کے ساتھ کوئی بات کہنے کے مقابلے میں کنایے میں کی جائے تو اس میں زیادہ تاثیر و دلکشی پیدا ہوتی ہے۔ ظفر صدیقی بلاغت کے اس نکتہ سے بخوبی واقف ہیں۔ اورانہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں بڑی فنکارانہ چابکدستی سے اس کو برتا ہے۔ جس کی بدولت ان کے اشعار تغزل کی بہترین کیفیات کی نمایندگی کرتے نظر آتے ہیں۔

وہیں سے روشنی ملتی ہے ساری دنیا کو
سکوں پذیر مرا چاند جس نگر میں ہے



اندھیری رات کی تنہائیوں کا ڈر کہیں
کسی کی یاد کی قندیل رہگذر میں ہے



کسی کا نام لے کر ڈال دی کشتی تلاطم میں
مجھے آواز دیتا رہ گیا ساحل سمندر کا



رنگینیٔ شفق مجھے اچھی نہیں لگی
آئی جو یاد اُن کے رخِ لالہ فام کی



آپ کی بزم سے جس شخص کا رشتہ ٹوٹا
خاک وہ چھانتا پھرتا رہا ویرانوں کی



اس کے آگے بہشت بے رونق
جس نگر میں قیام ہے اُس کا



میری دشواریاں سہل ہونے لگیں
مایل لطف مجھ پر ضرور آپ ہیں



خوابوں کے درپن میں جن کا روپ بسا ہے بچپن سے
گیت غزل اُن کی یادوں کے دل گاتا ہے گانے دو



یہ تیرگی کا نگر ہے، یہ مفلسی کا دیار
چلے چلو کہ جہاں نور کا خزانہ ہے

اور اب آخر میں ان کی ایک بالکل جدید رنگ کی نعت ملاحظہ ہو جس کا لہجہ بھی نیا پن لئے ہوئے ہے اور ردیف بھی اچھوتی ہے۔ قوافی لئے تو نہیں ہیں لیکن نادار الاستعمال ضرور ہیں۔ راقم الحروف نے ان قوافی اور ردیف میں اب تک کوئی نعت نہیں دیکھی ہے۔ دیکھئے ظفر صدیقی کے ماہر و مشاق قلم نے کس سج دھج سے اُسے الفاظ کے قالب میں ڈھالا ہے ۔

اصول نبوی کی بھٹی کبھی نہیں بیٹھی
جھولِ وقت سے پٹری کبھی نہیں بیٹھی



بسوئے گلشنِ طیبہ اُڑان بھرتی رہی
مرے خیال کی تتلی کبھی نہیں بیٹھی



یہ صحن قلب فدائے رسول ہے اس میں
ہواؤ حرص کی کائی کبھی نہیں بیٹھی



اُنہیں بھی اپنی طرح کہہ رہے ہو کس منہ سے
کہ جن کے جسم پہ مکھی کبھی نہیں بیٹھی



ظفر غلام نبی کو ستاتی رہتی ہے
عجب یہ دنیا ہے، خالی کبھی نہیں ہوتی

ذرا اک بار پھر اصول نبوی کی بھٹی، جھول وقت کی پٹڑی، خیال کی تتلی اور ہواؤ حرص کی کائی کی تراکیب پر غور کیجیے اور ظفر صدیقی کے تخیل کی اُڑان اور بے پناہ تخلیق شعور کی داد دیجیے۔ نعت میں ایسے خوبصورت تجربے اوروں نے بھی کیے ہوں گے۔ جہاں تک میری رسائی نہیں۔ اپنے مطالعے اور علم و آگہی کی بنیاد پر عصر حاضر میں اُن کو نعت کا ایسا ہونہار شاعر قرار دیتا ہوں جن کے تابناک مستقبل کی بشارت دی جا سکتی ہے۔

فاروق احمد صدیقی







میری سنو جو

پروفیسر علیم اللہ حالی

عرؔفی نے نعت گوئی کے سلسلے میں شعرائے کرام کو ایک ایسے Psychological Pressure میں ڈال دیا ہے جس سے نکلنا آسان نہیں، تجاوز کا ایک خوف ہے جو فن کار اور قاری دونوں کے ذہنوں پر چھایا رہتا ہے۔ ولا تزید کا ایک نفسیاتی دباؤ کے برملا اظہار کے لئے مانع بن جاتا ہے اور اکثر جذبے کے فراغ و کشاد کے فقدان میں نعتیہ شاعری کا ایک بڑا حصہ رسم بن کر رہ جاتا ہے۔ اصیل شعراء اسی صورت حال کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور اپنی غیر معمولی ہنر مندی سے عرؔفی کے پیدا کردہ اس لاشعوری عقدہ کی نفی کرتے رہے ہیں۔

بات اتنی سنجیدہ اور پریشان کن بھی نہیں کہ ہم الجھن کے شکار ہوں۔ اگر ہم شعری تخلیق کے بنیادی محرکات پر غور کرلیں تو ہماری مشکلیں آسان ہوسکتی ہیں۔ اچھی اور سچی شاعری جذبۂ موانست کا نتیجہ ہوتی ہے۔ محبت کا جذبہ جسقدر قوی ہوگا شعری اظہار کے لئے استعمال کئے گئے الفاظ اسی قدر اثر انگیز ہوں گے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شاعری کا حق اپنے موضوع کی ادائیگی اور اس کے راست اظہار سے ہی ادا نہیں ہوجاتا۔ جب تک موضوع جذبۂ بے نہایت سے ہم آمیز نہ ہو اس وقت تک شاعری شاعری نہیں بن سکتی ایک بیان محض بن کر وہ جاتی ہے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ جذبہ واحساس شاعری کے لئے FUNDAMENTAL STIMULUS ہوتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو کوئی اچھی شعری تخلیق وجود میں نہیں آسکتی۔

خالق کائنات نے انسانی تخلیق کا خمیر جذبے اور مادے دونوں اجزا سے تیار کیا

ہے۔ مادہ ظاہری وجود، پیکریت اور تجسیم کی ذمہ داریاں قبول کرتا ہے اور جذبہ و احساس روحانی ارتفاع بخشتا ہے لیکن چونکہ تجسیم اور پیکر احتیاجات کے متقاضی ہوتے ہیں اسلیئے احساس وجذبہ کا ایک سرا مادی ضرورتوں سے بھی منسلک رہتا ہے۔ جسم کی ضرورتوں کا احساس اور ان کی تکمیل پر اصرار جس نوع کے احساس وجذبہ سے تعلق رکھتا ہے اسے ہم ارفع نہیں بلکہ اسفل کہہ سکتے ہیں۔ لطیف ترین احساس وجذبہ کی آماج گاہ روح کا مرکزہ ہے۔

غرض انسان روز آفرینش سے اس دو عملے میں گرفتار ہے، کبھی کثافت مادہ اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اور کبھی روح کا مرکزہ اسے اپنی طرف بلاتا ہے۔ فنونِ لطیفہ کا اعلیٰ ترین وظیفہ یہ ہے کہ وہ عالم روح کی جانب آنے کی دعوت دیں۔ ہمارے داخلی وجود کو مابعد الطبعیات سے روحانیت اور الٰہیات تک کا سفر کرائیں۔ جو آرٹ ایسا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے وہ منزل اعلیٰ تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ درمیانِ سفر ہی تھک کر کہیں رہ جاتا ہے۔

نعت عجز اور ضعف کی تلافی کا بہترین ذریعہ ہے، اس لئے کہ یہ سرتاپا روحانی انجذاب سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ روحانی انجذاب رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے مودت ومحبت کے طفیل حاصل ہوتا ہے، محبت تحدید قبول نہیں کرتی۔

عین توہین ہے محبت کی

وہ محبت جو بے پناہ نہ ہو

ایک اصلی فن کار یہ جانتا ہے کہ جذبہ واحساس کی شدت وتوانائی کا مؤثر اظہار کیوں کر ہوسکتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جذبے کی لطافت برہنہ گفتاری میں نہیں بلکہ نیم گفتنی میں ہوتی ہے۔ جہاں یہ کہا گیا ہے کہ Art lies in concealing art تو وہاں یہ معنی بھی نکلتے ہیں کہ جذبہ واحساس کا شدید تر اظہار تھوڑے سے اخفا کا طلب گار بھی ہوتا ہے۔ نعت گو حضرات کو دوسرے شعرا کی طرح یہ سمجھنا چاہئے کہ کمال گویائی یہ ہے کہ شاعر اپنے جذبہ وفکر پر ایک لطیف حریری حجاب ڈالی ہے کہ باتوں میں

حسن اور تاثیر کی خصوصیات اسی طرح پیدا ہوتی ہیں۔ عرفی کی تہدید کو ہم ان معنوں میں لیں تو زیادہ بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

ظفر صدیقی عہد حاضر کے ایک کامیاب غزل گو شاعر کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکے ہیں، انہیں کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔اب تو وہ اس مقام پر ہیں جہاں لوگ ان کے منفرد لہجے کے امتیازات کی نشاندہی کریں اور یہ بتائیں کہ انہوں نے کن خصائص کی بنیاد پر اردو کی نئی غزلیہ شاعری میں اپنے دستخط ثبت کئے ہیں۔ان کا تعاقب کرتی ہوئی جدید تر نسل ان کے تخلیقی لہجے کو سامنے رکھ کر نئے نقوش بنانے میں مصروف ہے۔ ظفر صدیقی عہد حاضر کے ان شعرا سے یکسر مختلف ہیں جو غزل کے اُس Popular texture کے ذریعہ متعارف ہوئے ہیں جس سے مشاعروں میں داد تو مل جاتی ہے مگر بعد میں شعر و ادب کا سنجیدہ قاری خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ ظفر صدیقی کو تحسین ناشناس اور سکوت سخن شناس سے الجھن ہوتی ہے اس لئے شہرت سے زیادہ معیار فن کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔

غزل کے علاوہ نعت گوئی کے میدان میں بھی ظفر صدیقی فاتحانہ انداز سے وارد ہوئے ہیں۔ یہاں بھی ان کی ایک پہچان بنتی ہے۔ عام نعتوں سے الگ ان کے نعتیہ اشعار ان کے Restrained depiction سے پہچانے اور سراہے جا سکتے ہیں۔ان کے یہاں جذبات کا Out burst نہیں ملتا۔اس کے برخلاف ایک رکا رکا تھما تھما سا اظہار ہے، جہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ فن کار اشعار کو اپنی ہنرمندیوں سے سجا نہیں رہا ہے بلکہ انہیں جذبۂ اندرون کا ترجمان بنا رہا ہے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ شاعری میں برملا اظہارِ جذبات اس کے داخلی حسن کا قاتل بن جاتا ہے۔ غالب کا شعر:

وفور گریہ نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در، در و دیوار

کچھ ایسا ہی نقشہ پیش کر رہا ہے۔اس کے برخلاف میر کا شعر:

پاس ناموس عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

میرؔ کے اندرون کے آواز لگتے ہیں، جذبہ واحساس کی ایسی ہی نیم گفتہ ترجمانی بڑی شاعری کی پہچان بنتی ہے۔ ظفرؔ صدیقی نے اپنی نعتیہ شاعری میں محبت وعقیدت کی ترجمانی کے باب میں کچھ ایسی ہی روش اپنانے کی کوشش کی ہے۔ انتہائی عقیدت اور بے پناہ محبت رسول ﷺ کی زیریں لہریں ظفرؔ صدیقی کے نعتیہ اشعار کی خارجی سادگی اور غیر ضاعانہ لہجے کو دیرپا اثرات سے ہمکنار کرتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کے مجموعہ بعد از خدا کے مطالعے کے بعد اہل ذوق حضرات ان شیوہ ہائے بسیار تک رسائی حاصل کرلیں گے جن طرف میں ابھی اشارہ نہیں کرپایا ہوں۔

علیم اللہ حالی
وہائٹ ہاؤس کمپاؤنڈ گیا۔ 823001
موبائل 9431477321

ظفرؔ صدیقی کی نعت گوئی

مشتاق احمد نوری

نعت گوئی ان معنوں میں ایک بے حد مشکل فن ہے کہ ذراسی بے خیالی اور بے توجہی شدید ٹھوکر کا سبب بن جاتی ہے اور کارِ ثواب، کارِ گناہ میں تبدیل ہوکر دنیا و آخرت میں رسوائی کا سبب بن جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ اسے تلوار کی دھار پر چلنے کا کام سمجھتے ہیں۔ نعت گوئی کے لئے محض موزوں طبع ہونا یا شعری نظام سے واقفیت رکھنا کافی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دل میں محبوب خدا ﷺ کے لئے وہ عشق حقیقی پیدا ہو جائے جس کے نور سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اسی وصف پر بات ختم نہیں ہو جاتی کہ چکا چوند میں نظر آنے والے مناظر کو بیان کرنے کے لئے عقیدت کی وہ زبان بھی آنی چاہیے جو مکمل خود سپردگی یا اپنے آپ کو اس نور میں ضم کردینے کے بعد آتی ہے۔

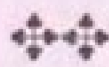
ظفر صدیقی کی نعت گوئی کا مطالعہ کر کے میں حیرت بھری خوشی سے دوچار ہوا۔ یہ حیرت بھری خوشی اس لئے ہے کہ میں ظفر کو ایک غزل گو کی حیثیت سے جانتا ہوں اور ایک ایسے غزل گو کی حیثیت سے جس نے اپنی غزلوں کی عمارت مسائل کی اینٹ اور تیکھے لب و لہجے کے گارے سے کھڑی کی ہے اور اس عمارت کی بنیاد میں احتجاج اور سرکشی کا پتھر ہے۔ میں نے حال ہی میں ظفر صدیقی کی غزلوں کے حوالے سے لکھتے ہوئے اظہار خیال کیا تھا کہ

"ظفر صدیقی ایک حساس انسان ھیں اور جذبات کی شدت سے معمور ھیں۔ اقدار کی پامالی انسانیت کے زوال اور معاشرے میں رائج

ناانصافیوں سے وہ بہت پریشان اور بیزار ھیں مگران کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس پریشانی اور بیزاری سے مایوس ھوکر حالات کے سامنے سپر نھیں ڈالتے بلکہ سینہ سپر ہو جاتے ہیں اور یہی عمل ان کی شاعری کا جواز بھی ہے اور روح بھی۔ ان کی شاعری مسائل سے جڑی ہے۔ وہ مسائل کی نبض پر سیدھے سیدھے انگلیاں ھی نہیں رکھتے بلکہ ان کی جڑوں پر تیکھے وار کرنا بھی اپنا فرائض منصبی مانتے ھیں یعنی ان کے لئے شاعری فرصت کے اوقات کا مشغلہ نہیں ہے بلکہ اپنی ذھنی تناؤ کو اسلحوں میں ڈھالنے کا ایک ھنر ھے جس کے ذریعہ وہ نامساعد حالات پر ضرب کاری لگا سکیں''

ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہاں میں ظفر صدیقی کے کچھ غزلیہ اشعار نقل کروں تاکہ قارئین کو ان کی غزلیہ شاعری کے لب و لہجے کا اندازہ ہو سکے۔

انگلی لوگ اٹھاتے ہیں اب یوں اعلیٰ کرداروں پر
جیسے کوئی گالی لکھ دے مسجد کی دیواروں پر



ہم نے بھی یہ سوچ لیا ہے اپنا سر کٹوا دیں گے
لیکن حرف نہ آنے دیں گے پرکھوں کی دستاروں پر



اک مرے سر کے لئے ساری لڑائی تھی یہاں
دور تک اب کوئی لشکر نہیں دیکھا جاتا

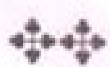
ظاہر ہے ایسے تیکھے لب و لہجے کے شاعر کے لئے نعت گوئی بالکل مخالف سمت کا سفر ہے اور اس سفر میں اس کے قدم بہک جانے کا خطرہ عین فطری ہے، مگر ظفر صدیقی کا نعتیہ کلام پڑھ کر ان کی ہنرمندی کا قائل ہونا پڑتا ہے اور میرا یہ اندیشہ خیالی ثابت ہوا۔ میں نے انہماک و استعجاب کے ساتھ مکمل مسودے کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا

کہ نعت گو ظفر صدیقی اور غزل گو ظفر صدیقی تقریباً الگ الگ شخصیت کے مالک ہیں۔ میں اسے ایک بڑا وصف سمجھتا ہوں اور اسے ظفر کی قدرت کلامی کا ثبوت مانتا ہوں۔ کیونکہ ان کی نعت گوئی کا لب ولہجہ ان کی غزل گوئی کے لہجے سے قطعی میل نہیں کھاتا۔ ان کی نعت گوئی میں وہ سارے اوصاف موجود ہیں جس کا تقاضہ نعت گوئی کا فن چاہتا ہے۔ یہاں عقیدت کی نیاز مندی بھی ہے، جذبے کی سرشاری بھی، سنجیدگی اور متانت کی فضا بھی ہے اور لب ولہجے میں مٹھاس بھی۔ اس پر ایک خوبی مزید یہ ہے کہ ظفر نے روایتی نعت گوئی سے کچھ الگ راہ نکالنے کی بھی کوشش کی ہے۔ مثلاً

کیا سے کیا آپ کو دیکھ کر ہوگئے
خوش بیاں خوش ادا خوش نظر ہوگئے



مارے خوشی کے بادِ صبا جھومنے لگی
میں نے جو بات چھیڑی کسی کے خرام کی



یہ چودھویں کا چاند یہ کھلتا ہوا گلاب
اس کی کہاں نظیر کہ وہ بے نظیر ہے



اسی کی آنکھ اسی کا جگر اسی کا دل
جہاں قیام کرے وہ جہاں ٹھہر جائے



وہ ایک چہرہ مری زندگی کا حاصل ہے
نظر میں دوسرا چہرہ سما نہیں سکتا



وہ التفات کریں تو سکوں میسر ہو
نگاہ پھیریں تو جینا حرام ہوجائے

❖❖❖

کوچۂ محبوب ہے یہ سر کا موقع ہے ظفرؔ
پانو سے چلنا یہاں دیوانگی کی بات ہے

❖❖❖

پہلی نظر میں کسی کو بھی ان اشعار کے روایتی غزلیہ اشعار ہونے کا گمان ہوسکتا ہے مگر ظفر کے یہ نعتیہ اشعار اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار کسی نعتیہ مشاعرے میں شرکت کے لئے نہیں کہے ہیں بلکہ یہ جذبۂ عقیدت کی سرشاری میں دل کی گہرائیوں سے نمودار ہوئے ہیں۔

ان اشعار سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ظفر صدیقی نعت گو کی مروجہ لفظیات سے ہٹ کر نعت گوئی کی نئی فضا بنانا چاہتے ہیں۔ان کی یہ کوشش یقینی طور پر قابل ستائش ہے۔

ظفر صدیقی کے یہاں عقیدتِ رسول بھی اوروں سے مختلف ہے۔ان کے اشعار اس بات کا بھی احساس کراتے ہیں کہ شاعر عقیدت کے ساگر میں مکمل طور پر ڈوبا ہوا ہے۔ثبوت کے لئے ان اشعار پر نظر ڈالئے۔

گلے میں ان کی غلامی کا باندھ لیں پٹہ
جو لوگ مالک و مختار ہونا چاہتے ہیں

❖❖❖

تو اپنے دل کی تجوری میں رکھ لے عشقِ رسولؐ
یہی وہ سکہ ہے جو آخرت میں چلتا ہے

❖❖❖

ظفر جو ان کے ہاتھوں بک گیا ہوں
تو سارے لوگ قیمت دے رہے ہیں

اسی کے نام سے ہوگی نجات محشر میں
رہے خیال وہ ہرگز نہ دھیان سے نکلے



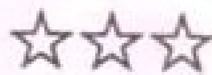
میں سمجھتا ہوں کہ ظفر صدیقی کو یہ کوشش مزید جاری رکھنی چاہیے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان کی یہ دعا مقبولیت کی منزل پالے:

لہو سے نعت لکھنا چاہتا ہوں دل کے کاغذ پر
دعا کرتا ہوں مل جائے قلم جبریل کے پر کا

میں بھی ظفر کے لئے دعا گو ہوں اور اس مجموعے کی اشاعت پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان کی اس کوشش کا ادبی دنیا خیر مقدم کرے گی۔

(مشتاق احمد نوری)

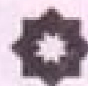






مَا اِن مَدَحتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
وَلٰكِن مَدَحتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّد

حمد و نعت



کوئی ہو دوست کہ دشمن نواز دیتا ہے
خدا ہر اک کو بلا امتیاز دیتا ہے

نظر کو نور سے معمور ہی نہیں کرتا
دل و جگر کو بھی سوز و گداز دیتا ہے

یہ کھائیاں یہ پہاڑوں کی شکل میں ہم کو
خدا پیامِ نشیب و فراز دیتا ہے

وہی تو رکھتا ہے نس نس میں نغمۂ سیّال
وہی تو سینوں میں سانسوں کا ساز دیتا ہے

سکندروں سے وہی چھین لیتا ہے سب کچھ
گداگروں کو وہی عزّ و ناز دیتا ہے

وہی خدائے جہاں ہے جو نیک بندوں کو
برائے سجدہ جبینِ نیاز دیتا ہے

ظفؔر جھکاتے رہو اس کی بارگاہ میں سر
وہ زندگی میں بھی اجرِ نماز دیتا ہے

☆☆☆



بطنِ مادر میں انگ بھرتا ہے
جسم و جاں میں ترنگ بھرتا ہے

ایسا فنکار ہے کہ اُس کا فن
بے طریقوں میں ڈھنگ بھرتا ہے

کب وہ ڈرتا ہے اُس پہ مرنے سے
جس کے دل میں اُمنگ بھرتا ہے

اُس کی رحمت سے اُس کی مرضی سے
سب کی جھولی ملنگ بھرتا ہے

بخشتا ہے وہ بازوؤں کو بل
تب اُڑائیں پتنگ بھرتا ہے

منکروں کو کہیں قرار نہیں
قبر میں بھی بھجنگ بھرتا ہے

وہ سخیِ جہاں بلا تفریق
دامنِ طول و تنگ بھرتا ہے

ریگ زاروں کو کرتا ہے شاداب
گلستانوں میں سنگ بھرتا ہے

دیکھ پھولوں کو تتلیوں کو ظفرؔ
کیسے کیسے وہ رنگ بھرتا ہے





گر گیا اپنی نظر سے ساری خلقت کا گلاب
دل کے گلشن میں کھلا جب اُن کی صورت کا گلاب

صرف دھرتی پر نہ ٹھہرا خیر و برکت کا گلاب
آسماں پر بھی گیا وہ رب کی رحمت کا گلاب

کوئی موسم ہو مگر چہرے پہ رہتی ہے بہار
جس کے اندر کھل گیا ہو اُن کی سیرت کا گلاب

تیرے جسم و جاں کی خوشبو حشر میں ہوگی عزیز
دل کے گلدانوں میں رکھ اُن کی عقیدت کا گلاب

کیا بگاڑے گا ہمارا دشمنی کا کوئی خار
مہرباں ہم پر ہے اک مہر و مروّت کا گلاب

بے زبانوں کو وہ دیتے ہیں تکلّم کا کنول
کور بینوں میں لٹاتے ہیں بصارت کا گلاب

اُن کی خاموشی سے قائم ہے بیاباں کا سکوت
اُن کی گویائی سے کھلتا ہے فصاحت کا گلاب

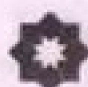
آپ کے چہرے پہ ڈالی جس نے نفرت کی نظر
رکھ دیا اُس کی ہتھیلی پر محبت کا گلاب

میں دعا کرتا ہوں ہر دم دل کے آنگن میں کھلے
اُن کی الفت کی چنبیلی اُن کی چاہت کا گلاب

میں بھٹکنا چھوڑ دوں گا گلستاں در گلستاں
مجھ کو مل جائے گا جس دن میری قسمت کا گلاب

یہ پسند اپنی نہیں ہے اِس کو لے جاؤ ظفرؔ
ڈھونڈ کر لاؤ کہیں سے اُن کی رنگت کا گلاب





ذرّہ ذرّہ مسکرا اٹھا خوشی کی بات ہے
زندگی پہلے نہ تھی اب زندگی کی بات ہے

سارے عالم میں تری جلوہ گری کی بات ہے
بستی بستی شہروں شہروں روشنی کی بات ہے

گلستاں در گلستاں ہے تیری رحمت کی پھوار
غنچے غنچے کی زباں پر تازگی کی بات ہے

دو قدم کا فاصلہ ہے ایک لمحے کا سفر
راہِ منزل میں ٹھہرنا اب ہنسی کی بات ہے

زندگی کے یہ اندھیرے کیا ڈرائیں گے مجھے
دل میں ہے اک چاند لب پر چاندنی کی بات ہے

ایک پل بھی غیر کی یادوں میں رہنا ہے گناہ
عمر بھر اس کا تصوّر بندگی کی بات ہے

وہ جو دل میں راہ کر لے اس کا اندازِ سخن
وہ جو آنکھوں سے سنی جائے اُسی کی بات ہے

کون دیتا ہے زمانے میں طلب سے بھی سوا
ہاں مگر کچھ اور ہی میرے سخی کی بات ہے

کوچۂ محبوب ہے یہ سر کا موقع ہے ظفؔر
پاؤں سے چلنا یہاں دیوانگی کی بات ہے

☆☆☆



دل و نظر میں جو وہ مہرباں ٹھہر جائے
ہماری آہ کا اٹھتا دھواں ٹھہر جائے

جو آ کے وہ گلِ امن و اماں ٹھہر جائے
ہمارے شہر میں خونِ رواں ٹھہر جائے

اگر خیال میں آجائے چارہ گر اپنا
خوشی نصیب ہو دردِ نہاں ٹھہر جائے

اُسی کی آنکھ اُسی کا جگر اُسی کا دل
جہاں قیام کرے وہ جہاں ٹھہر جائے

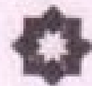
زمانہ سیکھ لے جو طرزِ گفتگو ان کا
سماعتوں کے لئے خوش بیاں ٹھہر جائے

وہ گلستاں میں جو آئیں خرام کی خاطر
مجال کیا جو چمن میں خزاں ٹھہر جائے

ہماری سوچ میں ان کی گلی کے ذرّے ہیں
کیوں اپنی آنکھ سرِ کہکشاں ٹھہر جائے

ظفرؔ کسی کا یہ پیغام تھا کسی کے لئے
مکاں سے کوچ کرے لامکاں ٹھہر جائے





ہر ایک شب کو شبِ ماہتاب دیکھتے ہیں
حضور آئے ہیں گھر میں یہ خواب دیکھتے ہیں

انہیں خدا نے بنایا ہے رحمتِ عالم
سب ان کے لطف و کرم بے حساب دیکھتے ہیں

خرامِ ناز نے صحرا کو کر دیا گلشن
جہاں تھی ریت وہاں ہم گلاب دیکھتے ہیں

تمام لوگوں میں ممتاز ہی نہیں لگتے
کل انبیاء میں انہیں لاجواب دیکھتے ہیں

زمیں پہ چل کے انہی تک ہوا پہنچتی ہے
فلک پہ چھا کے انہی کو سحاب دیکھتے ہیں

غموں کی موج سے باہر اچھال دیتے ہیں
وہ کب کسی کو بھلا غرقِ آب دیکھتے ہیں

جو دیدہ ور ہیں جو علم و یقین والے ہیں
سراپا ان کو خدا کی کتاب دیکھتے ہیں

ظفؔر جو رکھتے نہیں ان کی عظمتوں کا خیال
وہ اپنے حق میں بھیانک عذاب دیکھتے ہیں





تھے محوِ خواب اٹھے یوں مکان سے نکلے
کہ جیسے تیر کسی کی کمان سے نکلے

جہاں سے آگے فرشتہ بھی جا نہیں سکتا
مرے حضور بڑی آن بان سے نکلے

انہیں خدا نے بنایا ہے صاحبِ اعجاز
اگر وہ چاہیں تو پانی چٹان سے نکلے

یوں میرے گل کے بدن سے سگندھ پھوٹتی ہے
کہ جیسے عطر کی بو عطردان سے نکلے

وہ تھے حسین جو نانا کے دین کی خاطر
شہید ہونے کو مقتل میں شان سے نکلے

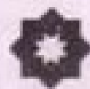
میں بد نصیب تھا طیبہ نہ جا سکا ورنہ
بہت سے قافلے ہندوستان سے نکلے

ستم کی دھوپ میں اک تو ہے سایۂ رحمت
وہ جل اٹھے جو ترے سائبان سے نکلے

اسی کے نام سے ہوگی نجات محشر میں
رہے خیال وہ ہرگز نہ دھیان سے نکلے

مری دعا ہے ظفؔر جب وہ قبر میں آئیں
کلامِ نعتیہ میری زبان سے نکلے





دنیا میں وہ دنیا کی سہولت کے لئے ہے
محشر میں بھی لوگوں کی شفاعت کے لئے ہے

وہ ذاتِ مقدس جو محبت کے لئے ہے
سر تا بہ قدم لطف و عنایت کے لئے ہے

اک بھیڑ سی رہتی ہے وہاں ہاتھ پسارے
طیبہ میں جو دربار سخاوت کے لئے ہے

اک ہم ہیں کہ ہم کو نہیں احساس کسی کا
اک وہ ہے کہ وہ سب کی ضرورت کے لئے ہے

دشمن کے بھی گھر جائیں نہ کیوں بہرِ عیادت
دنیا میں قدم آپ کا رحمت کے لئے ہے

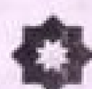
بوجہل ہدف تجھ کو بنا ہی نہیں سکتا
اللہ ترا تیری حفاظت کے لئے ہے

ہر بندۂ مولا ترے کردار کا قائل
ہر پارۂ قرآں تری مدحت کے لئے ہے

وہ چہرہ مہ و خور کو ضیا بخشنے والا
وہ زلف چمن زار کی نکہت کے لئے ہے

جو کعبۂ مقصود ہے جو روضۂ محبوب
بیتاب ظفرؔ اس کی زیارت کے لئے ہے





ظاہر ہوا جو آپ کی پیغمبری کا رنگ
چھٹنے لگا جہاں سے سبھی تیرگی کا رنگ

دنیائے سو گوار کی قسمت سنوار دی
ہر چہرۂ ملال پہ آیا خوشی کا رنگ

جینے کو جی رہے تھے سبھی اُن سے قبل بھی
ایسا مگر نصیب نہ تھا زندگی کا رنگ

ملتے ہی رنگ لیتے ہیں وہ اپنے رنگ میں
جمتا نہیں ہے اُن کے مقابل کسی کا رنگ

خورشید و ماہتاب پہ چلتا ہے اختیار
دنیا سے بھی پرے ہے تری صاحبی کا رنگ

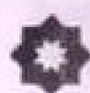
دیکھا نہ ہوتا چاند نے جو میرے چاند کو
کھلتا نہ یوں جہاں پہ کبھی چاندنی کا رنگ

صحنِ چمن میں اُن کا تبسّم نہ پوچھیے
پھولوں میں جان آ گئی نکھرا کلی کا رنگ

دل کو کبھی نہ بھائے گا منظر بہشت کا
مجھ کو جو یاد آئے گا اُن کی گلی کا رنگ

تجھ پر حبیبِ رب کا یہ احسان ہے ظفرؔ
لوگوں سے مختلف ہے تری شاعری کا رنگ

☆☆☆



وہ نور والے، کہ ہم جن کی راہ تکتے ہیں
ہمارے خانۂ ظلمت میں آ بھی سکتے ہیں

تمام خلقِ خدا پہ عنایتیں ان کی
وہ دشمنوں سے بھی دامن کہاں جھٹکتے ہیں

یہ صبح و شام کے منظر ہیں جن کی خاطر کو
یہ مہر و ماہ انہی کے لئے چمکتے ہیں

بدن گلاب، نظر یاسمین، لب لالہ
جدھر سے جاتے ہیں وہ راستے مہکتے ہیں

انہی کی یاد میں آنکھیں برستی رہتی ہیں
انہی کے نام سے لوگوں کے دل دھڑکتے ہیں

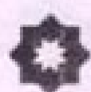
بغیر ان کے چمن کی عجیب حالت ہے
نہ پھول کھلتے نہ غنچے کہیں چٹکتے ہیں

بس ایک ان کی نظر میں عزیز ہو جائیں
بلا سے دنیا کی آنکھوں میں ہم کھٹکتے ہیں

اک ایسا شہرِ ادب ہے تمام شہروں میں
قدم سے چلتے ہوئے سب جہاں جھجکتے ہیں

رخ اپنا کر لیں دیارِ حبیب کی جانب
وہ قافلے جو ظفرؔ راہ میں بھٹکتے ہیں





وہ ہیں سلطان عزّت دے رہے ہیں
قلمدان و وزارت دے رہے ہیں

بلا تفریق دعوت دے رہے ہیں
بڑی انمول نعمت دے رہے ہیں

زمانہ سن رہا ہے ہاتھ باندھے
پیامِ علم و حکمت دے رہے ہیں

امیرِ کارواں مہرِ رسالت
ستاروں کو ہدایت دے رہے ہیں

نظر کے سامنے ہے وقتِ فردا
وہ جنت کی بشارت دے رہے ہیں

قیام ان کا ہے میرے دل کے اندر
وہ ایمانی حرارت دے رہے ہیں

کمی کچھ بھی نہیں ہے زندگی میں
مجھے حسبِ ضرورت دے رہے ہیں

دیے کو چاند سورج کرنے والے
غلاموں کو امامت دے رہے ہیں

ظفؔر جو ان کے ہاتھوں بک گیا ہوں
تو سارے لوگ قیمت دے رہے ہیں





جہاں میں ان سا کوئی صاحبِ جمال نہیں
وہ بے مثال ہیں ان کی کوئی مثال نہیں

نمود و نام کے مٹنے کا احتمال نہیں
عروج ایسا ملا ہے جسے زوال نہیں

لہولہان ہوئے سر سے پاؤں تک لیکن
لبوں پہ شکوہ نہیں چہرے پہ ملال نہیں

تمام لوگ نگاہِ کرم کے قائل ہیں
وہ شخص کون ہے جس کا انہیں خیال نہیں

چلیں نہ بات پہ سنگ و شجر کہاں ممکن
نہ مانیں حکم مہہ و مہر یہ مجال نہیں

سب ان کے چاہنے والے تو ہیں مگر ان میں
کوئی اویسؓ نہیں ہے کوئی بلالؓ نہیں

وہ جب بھی چاہیں گے قسمت بدل کے رکھ دیں گے
انہیں خبر ہے کہ ماضی ہمارا حال نہیں

خدا ہی جانے وہاں لوگ کیسے چلتے ہیں
جہاں کی راہ کے کانٹے بھی پائمال نہیں

ظفرؔ میں جن کا گدا ہوں وہی نوازیں گے
کسی امیر سے میرا کوئی سوال نہیں

☆☆☆



وہ اک حقیر کو ذیشان کرنے والے ہیں
گدائے وقت کو سلطان کرنے والے ہیں

نگاہ لطف کی ہر آن کرنے والے ہیں
تمام لوگوں پہ احسان کرنے والے ہیں

وہی خدا کی پکڑ سے چھڑائیں گے اک دن
وہی نجات کا سامان کرنے والے ہیں

عجیب کیا جو کھلادیں کلی مرے دل کی
وہ دشت کو بھی گلستان کرنے والے ہیں

انہیں کے دم سے میسّر ہیں دیدۂ بینا
بُرے بھلے کی جو پہچان کرنے والے ہیں

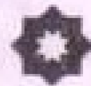
وہ کون ہے جو مہذّب نہیں ہے دنیا میں
ہر آدمی کو وہ انسان کرنے والے ہیں

ہمیں نہیں ہیں فقط اُس گلاب کے شیدا
سبھی نثار دل و جان کرنے والے ہیں

یہ مال و زر تو اک ادنیٰ سی چیز ہے لوگو!
ہم اُن پہ زندگی قربان کرنے والے ہیں

انہیں کی کھوج میں گھر سے نکل پڑے ہیں ظفرؔ
جو سب کی راہ کو آسان کرنے والے ہیں





وہ صادق و امین ہے روشن ضمیر ہے
بندے کی مملکت میں خدا کا سفیر ہے

اس کی چمک سے ہر سو ضیائے کثیر ہے
جس میں وہ ذاتِ پاک سکونت پذیر ہے

سایہ نہ اس کے جسم کا ڈھونڈے کوئی کہ وہ
شکلِ بشر میں پرتوِ ربّ قدیر ہے

لازم ہے ہر کسی کے لئے اس کی پیروی
وہ کاروانِ راہِ وفا کا امیر ہے

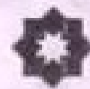
میرا وقار کیا ہے مری حیثیت ہے کیا
اس کے درِ عطا پہ غنی بھی فقیر ہے

یہ چودھویں کا چاند یہ کھلتا ہوا گلاب
اس کی کہاں نظیر کہ وہ بے نظیر ہے

واللیل کہہ کے جس کو خدا نے کیا خطاب
اس زلفِ عنبریں کا مرا دل اسیر ہے

اپنا کوئی کلام شکر ہے نہ انگبیں
اس کی ہر ایک بات ظفؔر شہد و شیر ہے





جادۂ ظلمت میں ان کا نقشِ پا روشن ہوا
ذرۂ ناچیز بھی سورج نما روشن ہوا

لمسِ انگشتِ شہِ دیں سے عصا روشن ہوا
جگمگائی راہ منزل کا پتہ روشن ہوا

میری مرضی سے نہ جل پایا مرے گھر کا چراغ
اُس نے چاہا تو نگاہوں کا دیا روشن ہوا

ہنس دیئے تو گلستاں میں آ گئی فصلِ بہار
چل پڑے جس راستے وہ راستہ روشن ہوا

ان کی باتوں سے ملا حسنِ تکلّم کو نکھار
ان کے جلووں سے دلوں کا آئنہ روشن ہوا

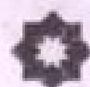
امتی کی بخششوں کا رب سے وعدہ لے لیا
ان کے لب پر اِس طرح حرفِ دعا روشن ہوا

ان کی آمد سے ملی انسانیت کو زندگی
ان کے دم سے ہر طرف نامِ خدا روشن ہوا

وقت کی آندھی میں سب کی بات بجھ کر رہ گئی
ساری دنیا میں فقط ان کا کہا روشن ہوا

دل کے کاغذ پر جو حرفِ نعتیہ لکھا ظفؔر
مہر و ماہ و کہکشاں سے بھی سوا روشن ہوا

☆☆☆



ہم کامیاب ہیں تو عنایت اُسی کی ہے
ہر شعبۂ حیات میں رحمت اُسی کی ہے

دنیا و آخرت میں ضرورت اُسی کی ہے
اللہ بھی اُسی کا ہے جنت اُسی کی ہے

اس کے طفیل ہی سے کھلے گی رہِ نجات
محشر میں رب کے آگے سماعت اُسی کی ہے

صوم و صلوٰۃ حج و سخاوت سے فائدہ
دل میں اگر کسی کے عداوت اُسی کی ہے

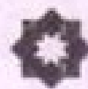
روئے زمیں پہ کتنے ہی قائد ہوئے مگر
دنیا میں بے نظیر قیادت اُسی کی ہے

دشمن کے ساتھ کرتا ہے اچھا سلوک کون
یہ ظرف یہ ادا یہ شرافت اُسی کی ہے

لوحِ دل و جگر پہ لکھا میں نے جس کا نام
میرے سرِ نیاز میں الفت اُسی کی ہے

میں صبح و شام دیکھ رہا ہوں اُسے ظفرؔ
آئینۂ خیال میں صورت اُسی کی ہے





راحتِ قلب و جگر آرامِ جہاں ہے آج بھی
شہرِ طیبہ خطۂ امن و اماں ہے آج بھی

ذاتِ اقدس محورِ کون و مکاں ہے آج بھی
ذکرِ انور داستاں در داستاں ہے آج بھی

پربتوں کی رفعتیں بھی جھک کے کرتی ہیں سلام
گنبدِ خضرا زمیں پر آسماں ہے آج بھی

تیری نسبت سے مسرت بخش ہے اس کی صدا
دل کی مسجد میں ترے غم کی اذاں ہے آج بھی

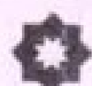
کون سنتا ہے کسی کی کون سچا ہے یہاں
قابلِ تقلید بس تیرا بیاں ہے آج بھی

عرشِ اعظم پہ گڑا ہے تیری عظمت کا علم
تیرا سکّہ ساری دنیا میں رواں ہے آج بھی

کتنے دیدہ زیب منظر کھو چکے اپنا وقار
تیرے کوچے کی فضا رشکِ جناں ہے آج بھی

کیا جلائے گی ظفؔر کو زندگی کی تیز دھوپ
سر پہ تیری رحمتوں کا سائباں ۔ہے آج بھی





وجہِ تمام ساقیِ کوثر وہی تو ہے
یعنی سخاوتوں کا سمندر وہی تو ہے

نادم ہوں میں گناہ پہ لیکن یہ ناز ہے
امت ہوں جس کی شافعِ محشر وہی تو ہے

سارے پیمبروں نے بنایا جسے امام
بعد از خدا مقام میں برتر وہی تو ہے

اچھوں میں سب سے اچھا جسے مانتے ہیں لوگ
قدآوروں میں سب سے قدآور وہی تو ہے

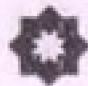
اپنے شبانہ روز کی زینت کے واسطے
ماہِ تمام مہرِ منور وہی تو ہے

راہِ طلب میں اس کے بنا عافیت کہاں
دنیا کا شاہ دین کا رہبر وہی تو ہے

کہتی ہے جس کو گنبدِ خضرا یہ کائنات
خورشید و ماہتاب کا محور وہی تو ہے

سائے سے ماورا ہے ظفرؔ جس کی شخصیت
رب کا حبیب نور کا پیکر وہی تو ہے





ستم کی زد میں چراغ ان کا آ نہیں سکتا
ہوائے وقت کا جھونکا بجھا نہیں سکتا

گلِ مراد کوئی مسکرا نہیں سکتا
بغیر ان کے چمن لہلہا نہیں سکتا

جو نقش چھوڑ دیا ہے قلیل مدّت میں
تمام عمر زمانہ مٹا نہیں سکتا

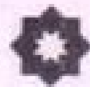
انہی کے ساتھ خدا کی عظیم طاقت ہے
سر اُن کے سامنے باطل اٹھا نہیں سکتا

مری نظر میں وہ مومن نہیں منافق ہے
جو اُن کی راہ میں سب کچھ لٹا نہیں سکتا

وہ ایک چہرہ مری زندگی کا حاصل ہے
نظر میں دوسرا چہرہ سما نہیں سکتا

ظفرؔ وہ میری مصیبت سمجھنے والے ہیں
میں اپنا حال کسی کو سنا نہیں سکتا

☆☆☆



با ادب رہنا حضوری میں جبیں خم رکھنا
ان کی آواز سے آواز کو مدّھم رکھنا

جاگتے سوتے اگر ان کا خیال آ جائے
دیدۂ شوق میں برسات کا موسم رکھنا

اہلِ باطل کے جھکانے سے نہ جھکنے پائے
ان کی عظمت کا اٹھائے ہوئے پرچم رکھنا

چلتے چلتے نہ پلٹ جانا ڈگر سے ان کی
مرتے مرتے بھی تم ایمان مسلّم رکھنا

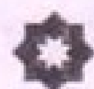
دل کی دنیا میں اجالوں کی ضرورت ہو اگر
اپنی نظروں میں رخِ شاہِ دو عالم رکھنا

چارہ گر تیری دوا کام نہیں کر سکتی
خاکِ طیبہ کا مرے زخم پہ مرہم رکھنا

رو برو داورِ محشر جو بلایا جاؤں
آبرو میری بھی اے محسنِ اعظم رکھنا

تم اٹھانا جو ظفرؔ ہاتھ دعاؤں کے لئے
سرورِ دیں کے وسیلے کو مقدّم رکھنا





انسان جسے پیشِ نظر دیکھ رہا ہے
وہ نور ہے ہمشکلِ بشر دیکھ رہا ہے

وہ رتبۂ احمدؐ ہے کہ مولا شبِ اسریٰ
ملنے کے لئے راہگزر دیکھ رہا ہے

اس چہرۂ انور کی طرف دیکھنے والا
تاریکیٔ شب میں بھی سحر دیکھ رہا ہے

بینا ہے تو پھر دیکھ رخِ شاہ دو عالم
کیوں جانبِ خورشید و قمر دیکھ رہا ہے

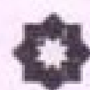
بو جہل کھلی آنکھ سرِ ماہِ منوّر
انگشتِ شہِ دیں کا اثر دیکھ رہا ہے

کیا اس پہ گزرتی ہے زمانے کو خبر کیا
کاغذ پہ جو خوابوں کا نگر دیکھ رہا ہے

کیوں گریہ و زاری کا سبب اس کو بتاؤں
جو شخص مرا دیدۂ تر دیکھ رہا ہے

آئینۂ دل سے کبھی ہٹتی نہیں آنکھیں
وہ کون ہے تو جس کو ظفر دیکھ رہا ہے





صدا کیوں نہ دیں، ہم صدا دینے والے
وہ دامن سے بھی ہیں سوا دینے والے

یہاں ہر قدم آسرا دینے والے
قیامت میں بھی بخشوا دینے والے

گزر جائیں گے جادۂ پُر خطر سے
ہمارے بھی ہیں حوصلہ دینے والے

زمانے میں کس کا ہے اخلاق ایسا
وہ دشمن کو بھی ہیں دعا دینے والے

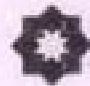
ابھی کھل اٹھے گی کلی اپنے دل کی
ٹھہریئے وہ ہیں مسکرا دینے والے

کیا جس کو روشن وہ روشن ہے اب تک
بہت آئے جھونکے بجھا دینے والے

زمیں پر ترے پاؤں پڑنے نہ دیں گے
سرِ راہ پلکیں بچھا دینے والے

ظفرؔ نام پر ان کے سب چل رہے ہیں
سمندر بھی ہیں راستہ دینے والے

☆☆☆



قربتوں میں تری معتبر ہو گئے
ہم تھے اندھے مگر دیدہ ور ہو گئے

کیا سے کیا آپ کو دیکھ کر ہو گئے
خوش بیاں خوش ادا خوش نظر ہو گئے

کتنے سر جھک گئے آپ کے سامنے
کتنے دل آپ کی رہگزر ہو گئے

بات سنگ و شجر نے تری مان لی
تیرے محکوم شمس و قمر ہو گئے

وہ بھی دن تھے کہ ہمراہ کوئی نہ تھا
وہ بھی دن آئے سب ہمسفر ہو گئے

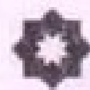
ان کی ہجرت پہ جن کو مسرت ہوئی
وہ سیہ کار خود در بدر ہو گئے

لشکرِ ظلم جب حد سے بڑھنے لگا
ان کے دیوانے سینہ سپر ہو گئے

جس کی جانب وہ چشمِ کرم اٹھ گئی
اس کے دن خوب سے خوب تر ہو گئے

ان کی یادوں میں آنسو کے قطرے ظفرؔ
میری پلکوں سے گر کر گہر ہو گئے





بڑا حسین اجالا رہِ سفر میں ہے
ضیائے چہرۂ انور مری نظر میں ہے

وہیں سے روشنی ملتی ہے ساری دنیا کو
سکوں پذیر مرا چاند جس نگر میں ہے

ملے جو اذن تو ان کے حضور جا پہنچوں
کچھ اتنی قوتِ پرواز بال و پر میں ہے

اندھیری رات کی تنہائیوں کا ڈر کیسا
کسی کی یاد کی قندیل رہگزر میں ہے

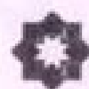
قدم کو چوم رہے ہیں تمام فرزانے
یہ کس کے عشق کا سودا ہمارے سر میں ہے

وہ جس کے ذکر کو اللہ نے بلند کیا
اسی کے نام کا چرچا زمانے بھر میں ہے

خدا کی رحمت و برکت کا کیوں نزول نہ ہو
نبی کے نام کا طغرا ہمارے گھر میں ہے

درِ حبیب سے خوشیوں کی بھیک مانگ ظفرؔ
دلِ غریب اگر رنج کے اثر میں ہے





بڑا ہو نام ہمیشہ کی زندگی مل جائے
بنے غلام جو تیرا تو صاحبی مل جائے

محل کو چھوڑ دے جنت کو مار دے ٹھوکر
قیام کے لئے جس کو تری گلی مل جائے

مری تلاش میں خامی نہیں صداقت ہے
خدا ضرور ملے گا اگر نبی مل جائے

مجال کیا جو مری راہ روک لے کوئی
درِ نبی سے اگر اذنِ حاضری مل جائے

خیال و خواب کا دامن پسارے بیٹھے ہیں
ہمارا چاند جو نکلے تو چاندنی مل جائے

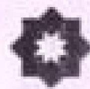
غمِ رسول مری زندگی کا حاصل ہے
خوشی جو مانگ رہا ہو اسے خوشی مل جائے

ہوائے شہرِ مدینہ اِدھر جو آ پہنچے
ہمارے دل کی کلی کو شگفتگی مل جائے

وہ لب جو کھولیں وہ چشمِ کرم جو فرمائیں
زبان گونگے کو اندھے کو روشنی مل جائے

یہ عہد راہِ نبی پر جو چل پڑے تو ظفرؔ
قسم خدا کی اِسے امن و آشتی مل جائے





رحمتِ دو جہاں رب کے نور آپ ہیں
محورِ دین و دنیا حضور آپ ہیں

مہربانوں میں سب سے سوا مہرباں
باشعوروں سے بھی باشعور آپ ہیں

خانۂ تیرہ و تار میں روشنی
مجمعِ رنج و غم میں سرور آپ ہیں

کس قدر امتیازی تعلق ہے یہ
قربِ دل ہیں نگاہوں سے دور آپ ہیں

میری دشواریاں سہل ہونے لگیں
مائلِ لطف مجھ پر ضرور آپ ہیں

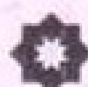
غم زدہ زندگی اب کہیں بھی نہیں
ہر طرف رحمتوں کا ظہور آپ ہیں

یہ شرف دوسرے کو میسر کہاں
اک حبیبِ خدائے غفور آپ ہیں

رہبری افسری تاجری ہی نہیں
دہر میں ماہرِ کل امور آپ ہیں

فکرِ بخشش کرے تو کرے کیوں ظفؔر
جب کہ شافع بروزِ نشور آپ ہیں





انجمن انجمن ذکرِ اعلا ترا
رونقِ زندگی یہ اجالا ترا

ذرۂ خاک سے مہرِ افلاک تک
حکمرانی تری بول بالا ترا

چال دشمن کی ناکام ہو جائے گی
نام ہرگز نہیں مٹنے والا ترا

پیرہن سے عیاں سادگی ہی نہیں
چہرۂ پاک بھی بھولا بھالا ترا

لاکھ آندھی چلے لاکھ طوفاں اٹھے
گر نہ پائے گا کوئی سنبھالا ترا

کون اپنی بلندی کا دعویٰ کرے
سارے اونچوں سے اونچا اچھالا ترا

جام کوثر کا پائے گا وہ خلد میں
پی لیا جس کسی نے پیالا ترا

کاش پہنچے ظفرؔ تیری دہلیز تک
کاش مل جائے جوٹھا نوالا ترا

☆☆☆



آپ ہیں سارے زمانے کے لئے
رحمتیں اپنی لٹانے کے لئے

اک ستارہ عرش سے بھیجا گیا
خاک داں کو جگمگانے کے لئے

کس قدر ہمدرد وہ آواز تھی
خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے

سیرِ گلشن کو نکل آتے ہیں وہ
رونقِ گلشن بڑھانے کے لئے

کون ہے ان کے علاوہ کون ہے
مشکلوں میں کام آنے کے لئے

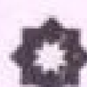
روکئے سر کو خدا را روکئے
ان کا در ہے دل جھکانے کے لئے

ہم گنہگاروں کو ڈر کس بات کا
آپ ہیں جب بخشوانے کے لئے

مالکِ تسنیم و کوثر آپ ہیں
تشنگی سب کی بجھانے کے لئے

کیوں کسی چوکھٹ پہ جائیں ہم ظفرؔ
اُن کا در ہے بھیک پانے کے لئے

☆☆☆



کس کی جلوہ گری میرے سینے میں ہے
نور ہی نور دل کے نگینے میں ہے

ان کی سیرت کے سانچے میں ڈھل جایئے
حسنِ کردار جن کے قرینے میں ہے

ساری دنیا میں ہے وہ نگر آپ کا
زندگی کا جہاں لطف جینے میں ہے

ناخدا تو نہ ڈر سر پھری موج سے
نام لیوا کسی کا سفینے میں ہے

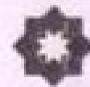
ہاشمی چاند کی دوریوں کا مزا
رنج کھانے میں ہے اشک پینے میں ہے

سلطنت جس کی ہے فرش سے عرش تک
وہ شہنشاہِ اعظم مدینے میں ہے

عود و عنبر کو بھی وہ میسّر کہاں
جو مہک میرے گل کے پسینے میں ہے

کون بامِ بلندی سے اترا ظفؔر
روشنی میرے خوابوں کے زینے میں ہے





لہجۂ خاص ہو لفظوں میں بھی سچائی ہو
سیرتِ پاک پہ جب بھی سخن آرائی ہو

عین ممکن ہے بہاروں پہ بہار آئی ہو
جس چمن میں وہ مرا لالۂ صحرائی ہو

مان کہنا، شہِ لولاک کا دیوانہ بن
اِس سے پہلے کہ تو اللہ کا شیدائی ہو

لو لگانے سے فقط بات نہیں بن سکتی
دل ہو گھر اُن کا نظر ان کی تمنائی ہو

حسنِ یوسف سے سوا حسنِ کفِ پائے حبیب
کیوں نہ سو جان سے قربان زلیخائی ہو

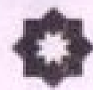
پیکرِ نور ہیں وہ دید کے قابل ہیں بہت
اُن کو دیکھے جو کوئی صاحبِ بینائی ہو

سہل ہو جائے پہاڑوں سے بھی ٹکر لینا
ان کی جانب سے اگر حوصلہ افزائی ہو

امتی ان کا غلام ان کا میں شیدا ان کا
''کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو''

سارے نبیوں میں ظفؔر ان کے سوا کوئی نہیں
دعوتِ وصلِ خدا جن کے لئے آئی ہو





اٹھا رہے ہیں سبھی فائدہ مدینے سے
کہ سیدھا خلد کا ہے راستہ مدینے سے

یہ عرش و فرش کا ہے واسطہ مدینے سے
کہ اخذ کرتے ہیں آب و ہوا مدینے سے

انہیں کے دم سے زمانے کی سانس چلتی ہے
ہر اک حیات کا ہے سلسلہ مدینے سے

قدم قدم پہ اجالا نظر نظر روشن
تمام پھیل رہی ہے ضیا مدینے سے

جہاں سے صاف دکھائی دے روضۂ اقدس
قریب اتنا تو کردے خدا مدینے سے

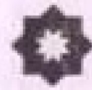
مرے گلاب کی خوشبو مجھے عطا کرتا
کبھی جو لوٹ کے آتا صبا مدینے سے

یہ وہ جگہ ہے کہ قدسی قیام کرتے ہیں
تو آگیا ہے تو ہرگز نہ جا مدینے سے

یہ شہرِ امن ہے محبوبِ رب کا مسکن ہے
کبھی نہ ہوگی قیامت بپا مدینے سے

مری نظر میں وہ خوش بخت ہے ظفرؔ، جس نے
مصلّٰی مکّے سے سرمہ لیا مدینے سے





جس کو جینا ہے جئے طالبِ دنیا ہو کر
مجھ کو رہنا ہے فقط اپنے نبی کا ہو کر

عمر بھر میری کوئی بات رہے یا نہ رہے
سینہ رہ جائے مرا ان کا مدینہ ہو کر

اب یہاں سے کہیں جانے کا ارادہ کیسا
روضۂ پاک پہ آیا ہوں میں کعبہ ہو کر

مانگنے والے کے دامن سے سوا بخش دیا
ٹالتے کیسے سخاوت کا وہ دریا ہو کر

زخم کھا کر بھی دعاؤں سے نوازا سب کو
کوئے طائف سے جو گزرے شہ والا ہو کر

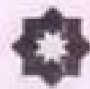
دیکھ کر مُہرِ نبوت بھی نہ لایا ایماں
اندھا بوجہل رہا دنیا میں بینا ہو کر

ان کے دیوانے کی عظمت میں کمی کچھ بھی نہیں
کتنے بد خواہ گئے دنیا سے رسوا ہو کر

اس گلِ تر کے بدن سے جو پسینہ ٹپکا
"رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر"

قابلِ قدر ہوئے ان کی عنایت سے ظفرؔ
ورنہ رہ جاتے زمانے میں تماشا ہو کر





رواں دواں ہوں اُدھر کو جدھر ٹھکانا ہے
میں آگے آگے ہوں پیچھے مرے زمانہ ہے

یہ تیرگی کا نگر ہے یہ مفلسی کا دیار
چلے چلو کہ جہاں نور کا خزانہ ہے

خدا نے جس کو سرِ عرش رو برو پایا
وہی تلاش ہے میری اُسی کو پانا ہے

تو خضر ہے تو کسی اور کو دکھا رستہ
میں جانتا ہوں سفینہ کہاں لگانا ہے

بس اک بدن ہی مبرّا نہیں ہے سائے سے
مرے حضور کی انگلی بھی معجزانہ ہے

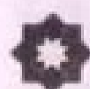
بنا سوال کے وہ مالا مال کرتے ہیں
ہمارے ہاتھ میں کاسہ تو اک بہانہ ہے

مجھے ضرور بلائیں گے قاسمِ نعمت
اگر نصیب میں طیبہ کا آب و دانہ ہے

جلا سکے گی قیامت کی دھوپ کیا ہم کو
ہمارے سر پہ شفاعت کا شامیانہ ہے

کسی کا ذکر ظفرؔ چھیڑنے سے کیا حاصل
نبی کی بات سناؤ اگر سنانا ہے





میں جی رہا ہوں تو یہ فائدہ ہے جینے سے
مرے حضور کرم کرتے ہیں مدینے سے

لگا لیا ہے خیال ان کا اپنے سینے سے
مری حیات گزرتی ہے اب قرینے سے

اُسی سے مجھ کو بھی اکثر نواز دیتے ہیں
خزانہ بانٹ رہے ہیں وہ جس خزینے سے

وہ میہماں ہیں، مرا گھر ہے، میری خدمت ہے
یہ خواب دیکھ رہا ہوں کئی مہینے سے

میں اپنے ساقیِ کوثر کی جستجو میں ہوں
کہ دل کی پیاس نہیں بجھتی آبگینے سے

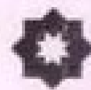
چمک رہے ہیں ستارے ترے اشارے پر
مہک رہے ہیں گلستاں ترے پسینے سے

دعا میں ان کا وسیلہ بہت ضروری ہے
بلندیوں پہ پہنچتے ہیں لوگ زینے سے

یہ معجزہ ہے شہہِ دیں کی ناخدائی کا
بھنور بھی چلتا ہے ہٹ کر مرے سفینے سے

ظفؔر عدوئے نبی سے یہ حجتیں کیسی
شریف لوگ الجھتے نہیں کمینے سے





دو جہاں کا نظام ہے اُن کا
یاں سے واں تک تمام ہے اُن کا

عرشِ اعظم ہے زیرِ پا اُن کے
کتنا اونچا مقام ہے اُن کا

کفر و الحاد کے اندھیرے میں
اک تجلی پیام ہے اُن کا

سب کی باتوں میں ردّ و کد لیکن
حرفِ آخر کلام ہے اُن کا

ربِّ کعبہ کے بعد وہ افضل
لازمی احترام ہے اُن کا

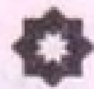
اُن کو بخشی خدا نے آقائی
سارا عالم غلام ہے اُن کا

دشمنوں کا کہیں بھی ذکر نہیں
ساری دنیا میں نام ہے اُن کا

اُن کے آگے بہشت بے رونق
جس نگر میں قیام ہے اُن کا

کیا غرض غیر کی عطا سے ظفرؔ
جب کرم صبح و شام ہے اُن کا

☆☆☆



ان کے آنے کی جب بھی چاہ کریں
دیدہ و دل کو فرشِ راہ کریں

وہ اگر لطف کی نگاہ کریں
ہم غریبوں کو بادشاہ کریں

ایک ایسا بھی دن میسّر ہو
میرے دل کو وہ جلوہ گاہ کریں

منبعِ نور جب وہی پیکر
کیوں تمنائے مہر و ماہ کریں

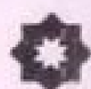
مان لیں ان کو اور خدا کے حضور
روزِ محشر انہیں گواہ کریں

وجہِ بخشش محبتیں ان کی
ان سے ہم پیار بے پناہ کریں

وہ ازل سے ہیں مہرباں مجھ پر
فکر میری نہ خیر خواہ کریں

قرب جب تک نہ ہو نصیب ظفؔر
ان کی فرقت میں آہ آہ کریں





شمعِ رحمت سے لو لگائی ہے
عمر بھر کی یہی کمائی ہے

دیدنی اُن کا شہر ہے لیکن
دل کو احساسِ نارسائی ہے

سبز گنبد کی مانگتا ہے بہار
خلد بھی کاسئہ گدائی ہے

گر گئی ہے فصیل ظلمت کی
اُس نے جب بھی نظر اُٹھائی ہے

میری امید بر نہیں آتی
دینے والے تری دہائی ہے

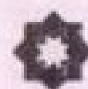
آپ نے پھیر لی نظر جس سے
اُس کی قسمت میں جگ ہنسائی ہے

ماسوا اُن کے راہِ مشکل میں
کس نے ہمت مری بڑھائی ہے

اپنی معراج ہو پہنچ اُن تک
جن کی اللہ تک رسائی ہے

سوئے طیبہ رواں دواں ہوں ظفرؔ
کب رکاوٹ شکستہ پائی ہے

☆☆☆



فلک کے سر کی ہم دستار ہونا چاہتے ہیں
کہ اُن کے پاؤں کی پیزار ہونا چاہتے ہیں

وہ رشتہ آپ کی سیرت سے استوار کریں
جو لوگ صاحبِ کردار ہونا چاہتے ہیں

نشاطِ دہر نے برباد کر کے چھوڑ دیا
غمِ نبی میں گرفتار ہونا چاہتے ہیں

ہماری سمت بڑھائیں حضور دستِ کرم
کہ پُل صراط سے ہم پار ہونا چاہتے ہیں

گلے میں ان کی غلامی کا باندھ لیں پٹہ
جو لوگ مالک و مختار ہونا چاہتے ہیں

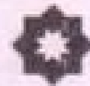
ہلاک ہوتے ہیں بوجہل و بولہب کی طرح
جو ان سے برسرِ پیکار ہونا چاہتے ہیں

حضور شاخِ گلِ تر کی آرزو کب ہے
عدو کے واسطے تلوار ہونا چاہتے ہیں

تم ان سے حاجیو بعد از سلام یہ کہنا
کہ ہم بھی حاضرِ دربار ہونا چاہتے ہیں

سبھی کے دل میں مدینے کی آرزو ہے ظفرؔ
سبھی بہشت کے حقدار ہونا چاہتے ہیں





وہ ایک چاند ہے وہ چاند جب نکلتا ہے
رتیں بدلتیں ہیں رنگِ جہاں بدلتا ہے

سنبھالے رکھتے ہیں سب کو وہ رحمتِ عالم
نگاہ پھیر لیں جس سے وہ کب سنبھلتا ہے

تو اپنے دل کی تجوری میں رکھ لے عشقِ رسول
یہی وہ سکہ ہے جو آخرت میں چلتا ہے

اُنہی کے پیار کا سر میں سمایا ہے سودا
اُنہی کے نام کا سینے میں درد پلتا ہے

وہ آفتاب ہیں چرخِ آفتاب سے بڑھ کر
کب اُن کے آگے کسی کا چراغ جلتا ہے

جمالِ وادیِ سرسبز خوش نظر لیکن
خیالِ گنبدِ خضریٰ سے دل بہلتا ہے

مدد حضور مدد وہ دلِ امم ہیں ترے
زمانہ پائے ستم سے جنہیں کچلتا ہے

غمِ نبی میں ظفؔر جن کے دن گذرتے ہیں
لبوں پہ ان کے تبسّم سدا مچلتا ہے





چاند تاروں کو ضیا پھولوں کو نکہت آپ سے
زندگی کو زندگی کی ہر سہولت آپ سے

اہلِ دنیا کی نگاہوں میں فضیلت آپ سے
''میں تو خود کچھ بھی نہیں میری ہے قیمت آپ سے''

آتشِ سیال نس نس میں فقط روشن نہیں
دل کو اطمینان آنکھوں کو طراوت آپ سے

درمیانِ حق نگر بے لوث خدمت کی روش
باطلوں کے بیچ اعلانِ صداقت آپ سے

وہ فقیرِ بے اماں ہو یا شہنشاہِ زماں
سب ضرورت مند ہیں سب کو ضرورت آپ سے

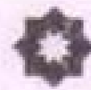
مالک و مختار لیکن بے نیازانہ روش
جاوداں ہے آج تہذیبِ قناعت آپ سے

شام سے تا صبح تنہائی میں اشکوں کی جھڑی
عالمِ انسانیت سیکھے عبادت آپ سے

کس کے چہرے کی طرف اُٹھے محبت کی نظر
کون ہے دنیا کے اندر خوبصورت آپ سے

پھول سے خوشبو کو ہوتا ہے جو ربطِ باہمی
بس وہی قلبِ نظر کو انس و نسبت آپ سے





وہ جس کو چاہیں اسے باوقار کرتے ہیں
فقیرِ شہر کو بھی شہر یار کرتے ہیں

ضیائے رخ سے چمک اٹھتا ہے ہر اک ذرہ
وہ جب خرام سرِ ریگزار کرتے ہیں

یہ معجزہ بھی چمن میں اُنہی کا حصہ ہے
"وہ ایک دم میں خزاں کو بہار کرتے ہیں"

وہ شخصیت ہی کچھ ایسی ہے جس کے ایما پر
ہم ایسے کتنے دل و جان نثار کرتے ہیں

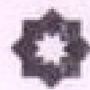
وہ امتیاز نہیں رکھتے دوست دشمن میں
ہر ایک پر وہ کرم بے شمار کرتے ہیں

اُنہی کے دم سے نگاہوں کو نور حاصل ہے
وہی علاجِ دلِ بیقرار کرتے ہیں

نظر میں عکسِ مجسّم اتار لیں ان کا
طلوعِ صبح کا جو انتظار کرتے ہیں

وہ مرتبہ وہ بلندی وہ شان ہے کہ ظفؔر
سلام اتر کے انہیں شہسوار کرتے ہیں





بلا سے کچھ نہ ہو لیکن یہ کام ہو جائے
مری حیات مرے گل کے نام ہو جائے

تصوّرات میں شب بھر رہے ہمارا چاند
اسی خیال میں دن بھی تمام ہو جائے

وہ التفات کریں تو سکوں میسّر ہو
نگاہ پھیریں تو جینا حرام ہو جائے

سنبھالے رکھتا ہے اُن کا کرم زمانے کو
وگر نہ زیر و زبر ہر نظام ہو جائے

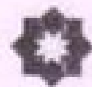
وہ دن کو رات جو بولیں تو رات ہی ٹھہرے
سحر کو شام جو کہہ دیں تو شام ہو جائے

اُٹھالیں ہاتھ میں جس کو وہ پیکرِ اعجاز
وہ سنگ بول اٹھے ہمکلام ہو جائے

وہ تختِ قیصر و کسریٰ کو مار دے ٹھوکر
تمہارے در کا جو ادنیٰ غلام ہو جائے

محبتوں میں کبھی فاصلہ نہ دیکھ ظفرؔ
وہ دور ہیں تو یہیں سے سلام ہو جائے





میں نہیں چاہتا جاگیر گلستانوں کی
جستجو ہے مجھے طیبہ کے بیابانوں کی

اے مرے ذوقِ سفر مجھ کو وہاں تو لے چل
شمع جلتی ہے جہاں بھیڑ ہے پروانوں کی

مجھ کو دن رات یونہی گرمِ سفر رہنا ہے
منزل آ جائے نہ جب تک مرے ارمانوں کی

آپ کی بزم سے جس شخص کا رشتہ ٹوٹا
خاک وہ چھانتا پھرتا رہا ویرانوں کی

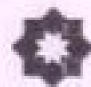
دوستو میرے لئے میرا نبی کافی ہے
پیروی مجھ سے نہ ہوگی کبھی شیطانوں کی

حکمرانی کیا کرتے ہیں خرد مندوں پر
واہ کیا بات ہے! آقا ترے دیوانوں کی

کتنے ہی چاہنے والے ہیں تمہارے جو یہاں
سمت و رفتار بدل دیتے ہیں طوفانوں کی

میں اسی محسنِ اعظم کا ثنا خواں ہوں ظفرؔ
رہبری جس نے کی بھٹکے ہوئے انسانوں کی





جن کا محتاج اللہ کا شیر تک
بادشاہی میں اُن کی زبر زیر تک

اک انوکھی عبادت عبادات میں
اُن کو خلوت میں سوچا کریں دیر تک

رات دن خوشبوؤں کا مسلسل سفر
باغِ طیبہ سے دربارِ اجمیر تک

اُن کی آمد سے پہلے یہ رحمت نہ تھی
ہر طرف تھا غضب، ظلم، اندھیر تک

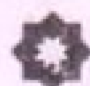
لوگ پتھر پہ پتھر چلائیں مگر
وہ نچھاور کریں پھول کے ڈھیر تک

وہ مقدّس کتاب اُن پہ نازل ہوئی
جس میں ممکن نہیں کچھ الٹ پھیر تک

صرف سرکارِ طیبہ نہ کہیے اُنہیں
راج پاٹ اُن کا آکاش کے گھیر تک

اُن کی رحمت نہ ہو تو ظفؔر عمر بھر
کوئی شاعر نہ کہہ پائے اک شعر تک





اصولِ نبوی کی بھٹی کبھی نہیں بیٹھی
جھولِ وقت سے پٹڑی کبھی نہیں بیٹھی

بسوئے گلشنِ طیبہ اڑان بھرتی ہے
مرے خیال کی تتلی کبھی نہیں بیٹھی

حلیمہ لے کے چلیں آمنہ کے لال کو جب
سفر میں ان کی سواری کبھی نہیں بیٹھی

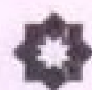
حیات ذکرِ نبی میں لگی رہی ہر دم
خود اپنی لے کے کہانی کبھی نہیں بیٹھی

یہ صحنِ قلبِ فدائے رسول ہے اس میں
ہوا و حرص کی کائی کبھی نہیں بیٹھی

انہیں بھی اپنی طرح کہہ رہے ہو کس منہ سے
کہ جن کے جسم پہ مکھی کبھی نہیں بیٹھی

ظفرؔ غلامِ نبی کو ستاتی رہتی ہے
عجب یہ دنیا ہے خالی کبھی نہیں بیٹھی





رحمتِ کبریا فخرِ انسان وہ
سب سے بالغ نظر سب سے ذیشان وہ

ناخنِ پائے اقدس سے تا موئے سر
اُن کو پڑھیئے کہ آیاتِ قرآن وہ

زندگیِ نبوت کی تاریخ میں
مخفیِ ثور فاراں کا اعلان وہ

خلق کے میزباں جو بنائے گئے
عرشِ اعظم پہ ہیں رب کے مہمان وہ

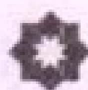
کون ہے جس پہ اُن کی عنایت نہیں
سارے عالم پہ کرتے ہیں احسان وہ

زیست کا اُن سے ہٹ کر تصوّر کہاں
بندۂ ربِّ کونین کی جان وہ

میں اطاعت کروں کیوں کسی اور کی
امتی اُن کا میں میرا ایمان وہ

عمر بھر اُن کا دامن نہ چھوٹے ظفؔر
حشر میں اپنی بخشش کا سامان وہ





کبھی عاجز نہ ٹھہرے مالک و مختار ہو جائے
کسی کی سمت جو اُن کی نظر اک بار ہو جائے

وہ سنجیدہ نگاہی آج بھی پیغام دیتی ہے
زباں قابو میں رکھ لہجہ اگر تلوار ہو جائے

حیاتِ جاودانی بخش دیں وہ بخشنے والے
جو کوئی اُن پہ مرنے کے لئے تیار ہو جائے

سرِ دریا کوئی آواز دے کر دیکھ لے اُن کو
تلاطم خیز موجوں سے بھی کشتی پار ہو جائے

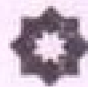
وہ لب کھولیں تو دنیا کو سکھائیں گفتگو کرنا
وہ منہ پھیریں تو سب کی زندگی دشوار ہو جائے

خدا نے قاسمِ نعمت بنا کر جن کو بھیجا ہے
یہ ممکن ہی نہیں اُن سے کبھی انکار ہو جائے

چمکتے مہر و ماہ و کہکشاں کو مار دے ٹھوکر
جو اُس کوچے کے ذرّوں سے کسی کو پیار ہو جائے

ظفؔر اٹھ جائے جو تیری نظر سے میم کا پردہ
اُنہیں پہچان لے تو واقفِ اسرار ہو جائے





وہ ہادیٔ اعظم ہے وہ باعث خلقت ہے
جو کچھ ہے زمانے میں سب اس کی بدولت ہے

کیا فرش و گل و لالہ کیا عرش و مہ و انجم
سرکارِ دوعالم کی ہر شئے پہ حکومت ہے

سمجھا ہے نہ سمجھے گا تا حشر کوئی اس کو
وہ ذاتِ مقدس تو اک رازِ مشیت ہے

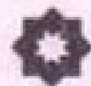
اس رحمتِ داور کی اس شافعِ محشر کی
دنیا میں بھی حاجت ہے عقبیٰ میں بھی حاجت ہے

وہ عرشِ معلیٰ پر جا کر بھی چلے آئے
زنجیر کو جنبش ہے بستر میں حرارت ہے

بوبکرؓ و عمرؓ دونوں مدفون ہیں پہلو میں
کل اُن سے جو قربت تھی وہ آج بھی قربت ہے

خلاقِ دو عالم ہے جس ذات کا شیدائی
صد شکر ظفؔر ہم کو اس ذات سے نسبت ہے





بڑا احسان ہے دنیا پہ اس سالارِ اعظم کا
جگایا جس نے خوابیدہ مقدر ابنِ آدم کا

عرب کی سرزمیں سے ایک ایسا آفتاب اٹھا
بدل کر رکھ دیا ماحول جس نے سارے عالم کا

وفادارِ نبیؐ سے رونقِ فردوس بڑھتی ہے
عدوئے مصطفیٰ سے پیٹ بھرتا ہے جہنم کا

مدینے کی گلی کے سنگ ریزوں کی تمنا ہے
مجھے پارس کی حسرت ہے نہ کوئی شوق نیلم کا

شہِ ارض وسما کے آفتابِ رخ سے روشن ہیں
مرے اشکوں سے رتبہ کم ہے انجم اور شبنم کا

رسول ورب کا قائل ہوں مجھے سب سے عقیدت
ہے
کھلا دے نان طیبہ کی پلادے گھونٹ زمزم کا

مسیحائے جہاں جلدی بلا تو اپنی چوکھٹ پر
ترا بیمار مہماں رہ گیا ہے اب کوئی دم کا

ظفرؔ ہندوستاں کی رت بڑی پر کیف ہے لیکن
یہ سنتے ہیں مزہ کچھ اور ہے طیبہ کے موسم کا





خدا نے جن کو اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا ہے
اُنہی کے پرتوِ رخ سے زمانے میں اجالا ہے

جسے بھیجا گیا حامی بنا کر بے سہاروں کا
اُسی ہمدرد نے ہر گرنے والے کو سنبھالا ہے

عرب سے تا عجم ہی تو نہیں ہے اُن کی سلطانی
زمیں سے آسماں تک بھی اُنہی کا بول بالا ہے

خدا خود مدح خواں جس کا خدا خود جس کا شیدائی
رسولوں میں رسول ایسا ہمارا کملی والا ہے

ہمارے مصطفیٰ کے شہر کا ماحول مت پوچھو
وہاں کی شب انوکھی ہے وہاں کا دن نرالا ہے

غلامِ مصطفیٰ ہم ہیں ہمیں مجبور مت سمجھو
غرورِ قیصرو کسریٰ ہمیں نے توڑ ڈالا ہے

ظؔفر جن کی بدولت مسکراتے ہیں گل و غنچے
اُنہی کے دم سے مہر و ماہ و انجم میں اجالا ہے





حقیقت میں اگر شیدا ہے تو محبوبِ داور کا
بتوں کے شہر میں نعرہ لگا اللہ اکبر کا

کچھ ایسا حوصلہ ہے ہمدمِ سبطِ پیمبر کا
یزیدی لشکروں پر خوف طاری ہے بہتّر کا

ہوائے ظلم کی زد سے وہی محفوظ رکھتے ہیں
دیا بجھنے نہیں دیتے کسی مظلوم کے گھر کا

کسی کا نام لے کر ڈال دی کشتی تلاطم میں
مجھے آواز دیتا رہ گیا ساحل سمندر کا

ہمیں آرام سے اک دن گزاریں گے رہِ پل سے
ہمارے دل میں کوئی ڈر نہیں ہے روزِ محشر کا

زمانہ تبصرہ کرنے چلا ہے اُن کی عظمت پر
کہ جن کی شخصیت ہے ایک محور ماہ و اختر کا

لہو سے نعت لکھنا چاہتا ہوں دل کے کاغذ پر
دعا کرتا ہوں مل جائے قلم جبریل کے پر کا

ظفؔر جو مدتوں پہلے عرب کی خاک سے نکلا
زمانے میں اجالا ہے اسی مہرِ منور کا





یہ سوچ کر دلِ شیدا ملول کافی ہے
نظر سے دور مدینے کا پھول کافی ہے

میں طیبہ جا کے ڈگر بھول جاؤں آنے کی
سکونِ قلب کی خاطر یہ بھول کافی ہے

درِ حضور ہے اترن کی بھیک مل جائے
ہمارے خواب کا اتنا حصول کافی ہے

کوئی مَلے تو مَلے غازۂ سحر رخ پر
ہمارے چہرے کو طیبہ کی دھول کافی ہے

بدل کے رکھ دیا ماحول جس نے دنیا کا
عمل کے واسطے اس کا اصول کافی ہے

سپاہِ ظلم تو یہ بات ذہن میں رکھ لے
یزید کے لئے ابنِ بتول کافی ہے

بروزِ حشر ظفرؔ سرخرو ہمیں ہوں گے
پئے نجات ہمارا رسول کافی ہے

☆☆☆



بے مثل ذات ہے اُسی عالی مقام کی
فضلِ خدا سے جس کو خبر ہے تمام کی

ظالم وہیں پہ مارا گیا رزم گاہ میں
اس نے لکیر کھینچی جہاں جس کے نام کی

خاکِ درِ نبی کے سوا کچھ نہ چاہیے
دنیا میں کوئی چیز نہیں میرے کام کی

مارے خوشی کے بادِ صبا جھومنے لگی
میں نے جو بات چھیڑی کسی کے خرام کی

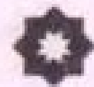
رنگینیٔ شفق مجھے اچھی نہیں لگی
آئی جو یاد ان کے رُخِ لالہ فام کی

وہ عظمتِ رسولِ خدا ہے کہ کائنات
کرتی ہے ڈالی پیش درود و سلام کی

اس پر بھی رحمتوں کے لٹائے انہوں نے پھول
جس شخص کی بغل میں چھری تھی حرام کی

جو صاحبِ نظر ہیں تلاوت کریں ظفرؔ
تفسیر ہے وہ ذات خدا کے کلام کی





جنگل صحرا کوہ سمندر راہ میں آئے آنے دو
خوف نہ کھاؤ اُن کی خاطر جان بھی جائے جانے دو

جو بے سایہ ذات ہے اس کی کھوج میں گھر سے نکلا ہوں
سورج سر پر دھوپ کے نیزے برسائے برسانے دو

خوابوں کے درپن میں جن کا روپ بسا ہے بچپن سے
گیت غزل اُن کی یادوں کے دل گاتا ہے گانے دو

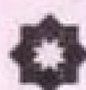
جگنو چاند ستارا سورج سر سے پا تک نور کرن
اُن کے ہوتے ڈر کاہے کا رات آتی ہے آنے دو

خاتونِ جنت بی زہرا سبز حسن اور سرخ حسین
محبوبِ یزداں کے گھر میں شمع ہے اک پروانے دو

سارے زمانے کے وہ مالک رب کے خزانے کے مختار
سب کچھ دیں گے دینے والے دل دامن پھیلانے دو

تسنیم و کوثر کا پیالہ محشر میں جو بانٹیں گے
یارو اُن کے نام ظفؔر کو اپنا جام اٹھانے دو





دینِ حق پر مکمل شباب آگیا
آپ آئے تو اک انقلاب آگیا

زندگی کی سبھی کلفتیں مٹ گئیں
بن کے وہ رحمتِ بے حساب آگیا

ایک امّی لقب فخرِ علم و ادب
لے کے دنیا میں رب کی کتاب آگیا

پڑھ لیا سب نے انسانیت کا سبق
فرش پر آسمانی نصاب آگیا

تیرگی چھٹ گئی صبح روشن ہوئی
جگمگاتا ہوا آفتاب آگیا

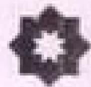
ڈالیاں بچھ گئیں پھول چومے قدم
باغ میں جب وہ عزّت مآب آگیا

کافروں نے کیا جو سوال آپ سے
رب کی جانب سے اُس کا جواب آگیا

دل کو جب بھی ہوئی خلد کی آرزو
میری آنکھوں میں طیبہ کا خواب آگیا

اُن کی آمد ظفؔر دورِ الحاد میں
جیسے صحرا میں کوئی گلاب آگیا





غریبوں پر یتیموں پر عنایت آپ کرتے ہیں
کوئی کرتا نہیں جتنی محبت آپ کرتے ہیں

رہِ حق پر ہیں اعلانِ صداقت آپ کرتے ہیں
کھلے لفظوں میں باطل کی مذمّت آپ کرتے ہیں

کسی انسان کو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے
جو فرماتا ہے قرآں وہ نصیحت آپ کرتے ہیں

خدا کی سلطنت دھرتی سے لیکر آسماں تک ہے
خدا کے فضل سے لیکن حکومت آپ کرتے ہیں

کبھی محبوب کی باتوں کو مولا رد نہیں کرتا
خوشی سے بخشتا ہے جو بھی چاہت آپ کرتے ہیں

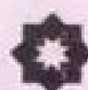
نوازا ہے خدا نے آپ کو علمِ لدنّی سے
سبھوں کو صاحبِ فہم و فراست آپ کرتے ہیں

لہو میں تر ہیں لیکن بد دعا لب پر نہیں لاتے
ستم گاروں سے اِس درجہ مروّت آپ کرتے ہیں

وہ محشر میں یقیناً بخش دے گا ساری امت کو
مسلسل جاگ کر جس کی عبادت آپ کرتے ہیں

ظفرؔ کس در پہ جائے کس کے آگے ہاتھ پھیلائے
زمانے بھر کی پوری ہر ضرورت آپ کرتے ہیں





باعثِ جشن و طرب دنیا میں آنا تیرا
غم میں اُمت کے مگر اشک بہانا تیرا

ہر کسی کے لئے اک درسِ عمل ہوتا ہے
بے سہاروں کو کلیجے سے لگانا تیرا

تجھ کو رب نے شہِ لولاک بنا کر بھیجا
آسماں تیرا زمیں تیری زمانہ تیرا

تیری معراج سے یہ راز کھلا دنیا پر
چاند تاروں سے بھی آگے ہے ٹھکانا تیرا

ظلمتِ شب کو قریب آنے کی ہمت نہ ہوئی
اِس قدر تجھ سے منوّر ہے گھرانا تیرا

تیرے ہاتھوں سے شب و روز بٹا کرتا ہے
پھر بھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ تیرا

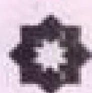
سب کے دل میں تری یادوں کا دیا روشن ہے
سب کے ہونٹوں پہ مچلتا ہے فسانہ تیرا

کچھ نہیں چاہیے بس اتنی طلب کافی ہے
گنگناتا رہوں ہر وقت ترانہ تیرا

مجھ کو بھاتے نہیں فردوسِ بریں کے قصے
جب سے یادوں میں بسا شہر سُہانا تیرا

سب ترے چاہنے والوں میں گنے جاتے ہیں
اک ظفؔر ہی نہیں دنیا میں دِوانہ تیرا





کتنا خوش بخت ہوں کیا خوب ہے فطرت میری
اُن کی یادوں سے بہلتی ہے طبیعت میری

تم ہو نا فہم نہ سمجھو گے حقیقت میری
میں غلام اُن کا ہوں شاہوں میں ہے عزت میری

فرش سے عرش تلک سب پہ حکومت میری
شاہِ لولاک مرے ہیں تو یہ خلقت میری

اُن کی الفت کا دیا کیسے بجھادوں دل سے
میرا ایمان یہی ہے یہی دولت میری

جوتیاں سیدھی کروں پائے مبارک دھوؤں
وہ جو مل جائیں تو پوری ہو یہ حسرت میری

کون ایسا ہے کہ کشکولِ گدائی بھر دے
اک سخی ہیں جو سمجھتے ہیں ضرورت میری

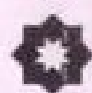
اُن کو چاہا تو مجھے چاہ رہی ہے دنیا
''بڑھ گئی عشق کے بازار میں قیمت میری''

جو خدا دیتا ہے سب اُن پہ لٹا دیتا ہوں
کام آئے گی کسی دن یہ عقیدت میری

اپنی بخشش کی مجھے فکر نہیں ہے کچھ بھی
جن کی امت ہوں کریں گے وہ شفاعت میری

اُن کی نسبت سے یہ اعزاز میّسر ہے ظفؔر
پاک ہے میری نظر صاف ہے نیت میری





اک نورِ مجسّم کی یہاں جلوہ گری ہے
ظلمت ہے کہ انجام پہ سر پیٹ رہی ہے

سر گرمِ سفر ہیں شبِ اسریٰ کے مسافر
گردوں ہے کہ ساکت ہے زمیں ہے کہ رکی ہے

جس دن گئے احباب اُجالوں کے نگر کو
اُس دن بڑی مشکل سے مری رات کٹی ہے

یہ کس کی محبت کا اثر ہے کہ مری آنکھ
سوئی ہے تو سوئی ہے جگی ہے تو جگی ہے

وہ بات بھی ہوتی ہے ادا اُن کے لبوں سے
جو بات زمانے میں کہی ہے نہ سُنی ہے

پلکوں سے یہاں جھاڑو لگاتی ہیں زلیخا
"یہ مصر کا بازار نہیں کوئے نبی ہے"

دیوانے سنبھل کے ارے دیوانے سنبھل کے
یہ اُن کی گلی اُن کی گلی اُن کی گلی ہے

کیا جانئے کب آنے کی زحمت وہ کریں گے
آہٹ پہ مرے کان نظر در پہ لگی ہے

ہم اُن کے خیالوں میں جو روئے تو لگا یوں
اشکوں کا یہ جھرنا نہیں پھولوں کی لڑی ہے

دیکھی تھی ظفؔر روزِ ازل جس کو نظر نے
آئینۂ دل میں وہی تصویر سجی ہے





چاند کے رخ پر نگاہوں سے حدیثِ یار لکھ
نور ہیں وہ نور کا ان کو علمبردار لکھ

ان کے وصف و حسن کا ثانی زمانے میں نہیں
سارے عالم میں اُنہیں قدرت کا اک شہکار لکھ

آپ کی دہلیز کو تحریر کو کعبہ مرا
آپ کی نعلین کو میرے گلے کا ہار لکھ

میرے دل کی آرزو ہے روضۂ اقدس کی چھاؤں
میرے حصے میں کبھی مت سایۂ اشجار لکھ

ان کے در کا میں گدا ہوں میرا رتبہ ہے بلند
بادشاہِ وقت کو بھی میرا خدمت گار لکھ

میرے حامی میرے یاور میرے محسن ہیں حضور
تو نہ مجھ کو بے سہارا بے کس و نادار لکھ

خاکِ طیبہ کو مرے چہرے کا غازہ کر شمار
آپ کی جرّاب کو سر کی مرے دستار لکھ

مجھ کو ان کی ناخدائی پر بھروسہ ہے ظفؔر
میری کشتی تیز دھاروں سے بھی ہوگی پار لکھ





جب اُٹھایا ہے قلم تو اُن کا پیروکار لکھ
شاخِ گل کو شاخِ گل تلوار کو تلوار لکھ

اپنے سینے پر رقم کر یا سرِ دیوار لکھ
''مدحتِ سرکار میں ڈوبے ہوئے اشعار لکھ''

میرا دعویٰ ہے ترے آگے چمن کھل جائے گا
تو اگر نام ان کا لیکر دشت میں گلزار لکھ

آپ ہیں نور الٰہی آپ کی کل کائنات
آپ ہیں سب کی طرح اس بات سے انکار لکھ

اُن کی گلیوں کے مقابل کچھ نہیں باغِ بہشت
قصرِ جنت سے حسیں ہے آپ کا دربار لکھ

آج اُن کی یاد میں رویا ہوں رونے کی طرح
میرے اشکوں میں زیادہ خون کی مقدار لکھ

میں تو بکنا چاہتا ہوں کوچۂ محبوب میں
حُسنِ یوسف کے لئے تو مصر کا بازار لکھ

کر دیا ایمان کی دولت سے اُس نے مالا مال
تو نہ اپنے آپ کو ہرگز ظفؔر نادار لکھ

☆☆☆



یہ چراغ و ماہ و انجم یہ سویرا آپ کا
کیا بگاڑے گا زمانے میں اندھیرا آپ کا

صرف طیبہ میں نہ سمجھے کوئی ڈیرا آپ کا
دل میں اُمت کے بھی رہتا ہے بسیرا آپ کا

جسمِ اطہر کا کوئی سایہ نہیں لیکن حضور
ہر کسی کے سر پہ ہے سایہ گھنیرا آپ کا

میری قسمت میں کہاں کہ میں کروں کوئی طواف
چاند سورج کے مقدّر میں ہے پھیرا آپ کا

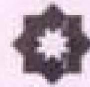
خادم و مخدوم کا یہ سلسلہ وقتی نہیں
حشر تک قائم رہے گا ربط میرا آپ کا

فضلِ رب نے کر دیا آسان ہجرت کا سفر
گرچہ رستہ گھیرنے والوں نے گھیرا آپ کا

دل کی دھرتی پر ہی تو چلتا نہیں ہے اختیار
آسماں پر بھی ہے لہراتا پھریرا آپ کا

کیوں نہ وہ موزوں بدن چشمِ ظفؔر دیکھا کرے
پست ہے قامت نہ قد لمبا چھریرا آپ کا





نکل آئے تمناؤں کے پر آہستہ آہستہ
"تصور میں چلا طیبہ نگر آہستہ آہستہ"

کسی کی یاد میں آنسو مسلسل آتے رہتے ہیں
سمندر ہو نہ جائے چشمِ تر آہستہ آہستہ

ہمارے دل میں اُن کی یاد یوں پروان چڑھتی ہے
عیاں جس طرح ہوتی ہے سحر آہستہ آہستہ

یہاں اُونچی صدا گستاخیوں کی حد میں آتی ہے
یہ بزمِ مصطفیٰ ہے بات کر آہستہ آہستہ

یہ اُن کا قول ہے دل میں خدا کا خوف پیدا کر
زمانے کا نکل جائے گا ڈر آہستہ آہستہ

کوئی اُن کی طرح عرشِ بریں تک خاک پہنچے گا
بہت پہنچا تو پہنچا چاند پر آہستہ آہستہ

اُجالا دھیرے دھیرے آگیا بے نور آنکھوں میں
کیا اُس در کی مٹی نے اثر آہستہ آہستہ

ادب کا راستہ ہے جادۂ وحشت نہیں کوئی
گزر گاہِ نبی سے تو گزر آہستہ آہستہ

ظفؔر اُن کی اطاعت تو کرے بھٹکی ہوئی دنیا
چلی آئے گی اک دن راہ پر آہستہ آہستہ



حمد پارے

مائل بہ عنایت وہ یہیں پر ہی نہیں ہے
مخلوقِ خدا صرف زمیں پر ہی نہیں ہے

بینا کی نگاہوں میں ہر اک ذرّے کے اندر
اندھوں کی نظر میں وہ کہیں پر ہی نہیں ہے



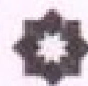
میں ایک بندۂ عاصی ہوں اے مرے مولا
مآل کیا ہو سرِ حشر یہ پتا کیا ہے

بس اتنا جان رہا ہوں بہت رحیم ہے تو
تری عطا کے مقابل مری خطا کیا ہے



ملا جو راہ میں اس کی غبار کی صورت
وہ باوقار ہوا تاجدار کی صورت

نظر نہ آئے تو آنکھوں کی ہے خطا ورنہ
اُسی کا حسن ہے ہر سو بہار کی صورت



دلوں میں پاک بازی ہے اُسی سے
سروں کو سرفرازی ہے اسی سے

سمندر موجزن اس کی بدولت
پہاڑوں کو درازی ہے اسی سے

نعت پارے

کسی کے بڑھتے قدم نے کچھ ایسا موڑ دیا
تمام تیزیٔ رفتار کو جھنجھوڑ دیا

رفاقتوں کے سفر میں وہ مرحلہ آیا
جہاں پہ طائرِ سدرہ نے ساتھ چھوڑ دیا



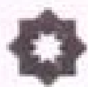
چمکتے چاند رہِ کہکشاں سے آگے ہے
نظر کی حد سے یقین و گماں سے آگے ہے

بس ایک طور تلک تھی رسائیٔ موسیٰ
پہنچ حضور کی سات آسماں سے آگے ہے



جدھر بلایا گیا اُس کو وہ اُدھر پہنچا
کہ جس کا نور تھا وہ نور اُس کے گھر پہنچا

بہت محال ہے اس کی پہنچ کا اندازہ
جہاں فرشتے نہ پہنچے وہاں بشر پہنچا



بلایا عرشِ معلیٰ پہ اُن سے بات ہوئی
کہ جن کے واسطے تخلیقِ کائنات ہوئی

اُنہی کے چہرے سے مس ہو کے دن ہوا روشن
انہی کی زلف کو چھو کر سیاہ رات ہوئی



ضرورت کی گھڑی کام آنے والا
مصیبت میں مدد فرمانے والا

زمیں ٹھہری رہی اور لوٹ آیا
مکاں سے لامکاں تک جانے والا



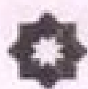
ہم رہی چھوٹ جانے والی ہے
حدِّ جبریل آنے والی ہے

چشمِ محبوب جلوۂ رب کی
روشنی میں نہانے والی ہے



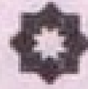
کس قدر یہ ملاقات ذیشان ہے
میزباں ہے خدا بندہ مہمان ہے

اِس کو کہتے ہیں معراجِ انسانیت
آسماں سے پرے ایک انسان ہے



نصیب جاگے اندھیرے سے ضیا تک پہنچے
تجھ کو مانے تو کوئی تری رضا تک پہنچے

جو پھرے راہ سے تیری وہ کہیں کا نہ رہے
جو چلے راہ پہ تیری وہ خدا تک پہنچے



توفیق دے خدا تو قرینے کی بات کر
ارماں اجل کا کفر ہے جینے کی بات کر

تجھ کو بروزِ حشر جو ہونا ہو سرخرو
دنیا کا ذکر چھوڑ مدینے کی بات کر



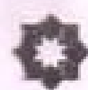
ہر ایک سانس کی قیمت وصول ہو جائے
مری حیات جو وقفِ رسول ہو جائے

اگر میں چاہوں تو کچھ بھی نہ ہو گلستاں میں
حضور چاہیں تو کانٹا بھی پھول ہو جائے



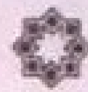
سورج کا ہے طالب نہ قمر ڈھونڈ رہا ہے
دل ہے کہ ترا نور نگر ڈھونڈ رہا ہے

نعتِ شہِ کونین کا حق کیسے ادا ہو
الفاظ ابھی ذہنِ بشر ڈھونڈ رہا ہے



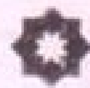
جہاں میں تجھ سا کوئی با اثر نہیں لگتا
قمر بھی سامنے تیرے قمر نہیں لگتا

ترا وجود خدا کے وجود کا مظہر
تو اک بشر تو ہے لیکن بشر نہیں لگتا



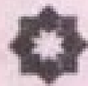
انجمن انجمن ختم تھی روشنی
تو نے بجھتے چراغوں کو دی روشنی

گل کو خوشبو ترے گیسوؤں سے ملی
چاند نے تیرے تلوؤں سے لی روشنی



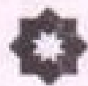
جس قدر ہو سکے استفادہ کریں
دل کو بہلائیں یاد ان کی تازہ کریں

اپنے چہرے کی تابانیوں کے لئے
خاکِ پائے محمدؐ کو غازہ کریں



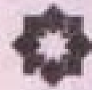
حاضری کو اک سفینہ چاہیئے
کتنا بے بس ہوں کہ زینہ چاہیئے

گر خدائے پاک پوچھے تو کہوں
کچھ نہیں مجھ کو مدینہ چاہیئے



شب جو کافور ہو نہیں سکتی
تیرگی دور ہو نہیں سکتی

عمر بھر ان کی دیکھتے رہیے
آنکھ بے نور ہو نہیں سکتی



شدتِ تشنہ لبی سے نہ پریشاں ہونا
خوبیِ اس زلف کی ہے ابرِ بہاراں ہونا

وجہِ عزّت ہی نہیں عین عبادت ہے ظفؔر
یاد میں ان کی شب و روز غزل خواں ہونا



روشنیِ کثیر ہے طیبہ
مہرِ ربِ قدیر ہے طیبہ

اس کی تمثیل غیر ممکن ہے
جنتِ بے نظیر ہے طیبہ



ہم خطا پر خطا کر رہے ہیں
وہ دعا پر دعا کر رہے ہیں

دے رہے ہیں صدا پر صدا ہم
وہ عطا پر عطا کر رہے ہیں



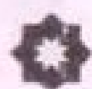
اپنے حالات سنانے والے
عشق کی بات سنانے والے

تیری ہر تان کے صدقے جاؤں
نغمۂ نعت سنانے والے



خیرِ بشر حبیبِ خدائے رحیم ہے
پیغمبرِ شفیق رسولِ کریم ہے

اس کی چمک سے چاند ستاروں میں روشنی
وہ آمنہ کا لال ہے دُرِّ یتیم ہے



اسے نہ بھولنا ہر وقت دھیان میں رکھنا
تو چاہتا ہے جو خود کو امان میں رکھنا

اُسی کا اسمِ مبارک ہے باعثِ رحمت
اُسی کے نام کی تختی مکان میں رکھنا



گداز قلب دیا اُن کو درد مند کیا
خدا نے سب سے زیادہ اُنہیں پسند کیا

ہزار انبیاء روئے زمین پر آئے
اُنہی کے ذکر کو لیکن بہت بلند کیا



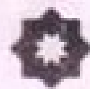
تذکرہ جو بھی یہاں نورِ صمد کرتے ہیں
پیش وہ اپنی غلامی کی سند کرتے ہیں

نام لیتے ہیں مصیبت کی گھڑی میں جب بھی
رب کے محبوب مدینے سے مدد کرتے ہیں



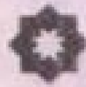
ناکام نہ اپنے کسی مقصد میں رہیں گے
موت آئی تو آرام سے مرقد میں رہیں گے

محشر کی کڑی دھوپ ہمیں چھو نہیں سکتی
ہم سایۂ دامانِ محمدؐ میں رہیں گے



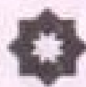
رحمتِ کل ہے جو رب کا محبوب ہے
میری چشمِ تمنا کو مطلوب ہے

اُس کا ثانی زمانے میں کوئی نہیں
وہ بھلا سے بھلا خوب سے خوب ہے



موت کو موت آپ نے جینے کو جینا کردیا
امتّی کی دسترس میں ہر خزینہ کردیا

آپکے ہاتھوں نے کعبے سے نکالے سارے بت
آپ کے قدموں نے یثرب کو مدینہ کردیا



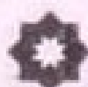
سارے نبیوں میں جنہیں اللہ نے برتر کیا
رحمتِ عالم بنایا نور کا پیکر کیا

اُن کی امت دوزخی ہو یہ تو ممکن ہی نہیں
داورِ محشر نے جن کو شافعِ محشر کیا



ضیائے چشمِ دعائے قلوب ہو جاؤں
زمانے بھر کی نگاہوں میں خوب ہو جاؤں

مرے نصیب پہ رشک آئے بادشاہوں کو
میں ان کے کوچے کا جو خاک روب ہو جاؤں



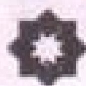
خیالوں میں ترے دل ایسے لطفِ دید لیتا ہے
ہوا میں جیسے ہچکوے گلِ اُمید لیتا ہے

تری نعلین رکھتے ہیں سروں پر راجے مہراجے
ترے تلوؤں سے تابانی رُخِ خورشید لیتا ہے



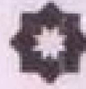
پہلے وہ آئے ذہن میں پھر دل میں آگئے
محفل میں ان کو آنا تھا محفل میں آگئے

دریائے درد میں جو پکارا حضور کو
موجوں سے کھنچ کے دامنِ ساحل میں آگئے



حالِ دل ان کو سنا کر جی لیا کرتا ہوں میں
دوسروں کے سامنے لب سی لیا کرتا ہوں میں

آپ کا اسمِ گرامی نسخۂ ردّ بلا
گھول کر پانی میں اکثر پی لیا کرتا ہوں میں



رقص میں ہیں ایاغ پھولوں کے
ضو فشاں ہیں چراغ پھولوں کے

صحنِ گلشن سے آپ کیا گزرے
عرش پر ہیں دماغ پھولوں کے



ردِّ قتل و دہشت گردی والا تو
سارے لوگوں میں ہمدردی والا تو

تیرا ہمسر تیرا ثانی کوئی نہیں
نوری پیکر نوری وردی والا تو



وہی ہے زیست کہ جو زندگی حضور کی ہے
وہی زمانہ کرے جو خوشی حضور کی ہے

یہاں قدم سے نہیں چشم و سر سے چلتے ہیں
ہما شما کی نہیں یہ گلی حضور کی ہے



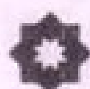
بھیک میں بحر نہ جاگیر میں گلشن دیدے
خلعتِ زرّیں نہ دستارِ مزّین دیدے

اے شہنشاہِ جہاں تری عطا کے صدقے
جسمِ اطہر سے جو اُتری ہو وہ اُترن دیدے



بس وہی جائے گا لیکے جنّتِ دل خواہ تک
گنبدِ خضرا سے جو رستہ ہے بیت اللہ تک

کرمکِ شب شمعِ محفل ہی نہیں احسان مند
اُن کے رخ سے روشنی لیتے ہیں مہر و ماہ تک



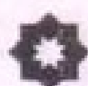
کفن پہ ہجرِ طیبہ کا مجھے بیمار لکھ دینا
کمی کچھ بھی نہ کرنا کاتبوں سو بار لکھ دینا

مری میّت جو کرنا دفن تو خاکِ مدینہ سے
مرے ماتھے پہ نامِ احمدِ مختار لکھ دینا



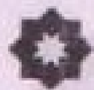
بے رخی بے حسی سے بہت دور وہ
دل دہی غم گساری میں مشہور وہ

جسمِ اطہر کا سایہ نہ ڈھونڈے کوئی
سر سے پاؤں تلک نور ہی نور وہ



داغِ دل دھوئیے پاک ہو جائیے
یاد میں ان کی نمناک ہو جائیے

بندگیِ خدا کے لئے شرط ہے
بندۂ شاہِ لولاک ہو جائیے



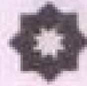
کسی کے دل میں کہاں جذبۂ بلالی ہے
ہر ایک سیپ متاعِ گہر سے خالی ہے

نظیر اس کی جہاں میں نہ ڈھونڈ پاؤ گے
سراپا نور ہے وہ ذات بے مثالی ہے



وہ امتی ہیں کہ اپنا مقام ہے جنت
ہمی نہ جائیں تو سب پر حرام ہے جنت

جہاں سے شہرِ مدینہ شروع ہوتا ہے
وہی بہشت ہے اس کا ہی نام ہے جنت



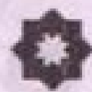
دل کی تختی پہ نام لکھ اُن کا
یعنی خود کو غلام لکھ اُن کا

خاک پر تو وہ عرشِ اعظم پر
سب سے اونچا مقام لکھ اُن کا



رحمتِ کبریا فخرِ انسان ہیں
کتنے افضل ہیں وہ کتنے ذیشان ہیں

اُن کو دیکھو تو محوِ تلاوت رہو
راہ میں چلتے پھرتے وہ قرآن ہیں



جاگتے رہیے تا عمر مت سویئے
یادِ محبوب میں رات دن رویئے

تاجِ سر کیجیے ان کی نعلین کو!
ان کے پیروں کے دھون سے منہ دھویئے



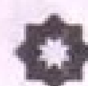
نازکی میں گلاب سے بڑھ کے
بچپنا ہے شباب سے بڑھ کے

آمنہ تیرے لال کا چہرہ
چاند کیا آفتاب سے بڑھ کے



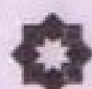
اک امّی لقب کی آمد سے ذرّے کو نگینہ ہونا تھا
مفلس کو غنی، مکّے کو حرم، یثرب کو مدینہ ہونا تھا

خوابوں سے الگ نہ دیکھ سکا سرکارِ دو عالم کا جلوہ
اے دیدۂ بینا تجھ کو تو کچھ اور بھی بینا ہونا تھا



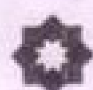
یادوں میں جن کی کاٹ رہے ہیں حیات ہم
ان کے طفیل پائیں گے اک دن نجات ہم

محفل میں سننے والے نہیں ہیں تو کیا ہوا
وہ سن رہے ہیں جن کی سناتے ہیں نعت ہم



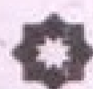
موجِ صبا کو ناز ہے جن خوش خرام پر
ترجیح اُن کے رخ کو ہے ماہِ تمام پر

دنیا نکال سکتی نہیں اُن میں کوئی عیب
نقطہ نہیں ہے کوئی محمدؐ کے نام پر



وہ شعبدہ اپنا کوئی دکھلا نہیں سکتا
ایمان و یقیں والوں کو بہکا نہیں سکتا

موجودگیِ گنبدِ خضرا کی بدولت
دجّال مدینے میں کبھی جا نہیں سکتا



زمیں سے لیکے فلک تک اِجارہ کس کا ہے
بلندیوں پہ چمکتا ستارہ کس کا ہے

وہی تو ہیں جو سنبھالے ہوئے ہیں ہم سب کو
وگرنہ اور جہاں میں سہارا کس کا ہے



ہزار آئیں مصیبت میں ڈالنے والے
مجھے سنبھال ہی لیں گے سنبھالنے والے

اُنہی کے دم سے مری ناؤ پار اُترے گی
وہی ہیں بیچ بھنور سے نکالنے والے

منقبت

مختارِ کائنات ہے نانا حسینؓ کا
دنیا حسین کی ہے زمانہ حسینؓ کا

اسلام کی بقا کے لئے کام آگیا
میدانِ کربلا میں گھرانا حسینؓ کا

دنیا تمام قصے فراموش کر گئی
لیکن بھلا سکی نہ فسانہ حسینؓ کا

آنکھیں دکھا رہے ہو عبث تم یزیدیو
ڈرتا نہیں کسی سے دِوانہ حسینؓ کا

اک حوصلہ زمانے کو دیتا ہے آج بھی
خاطر میں ظالموں کو نہ لانا حسینؓ کا

الف کی شاخ سے گلِ عظمت ہے منسلک
یا زانوئے نبیؐ ہے سرہانا حسینؓ کا

دوزخ کی جلتی آگ مقامِ یزید ہے
فردوس کی فضا ہے ٹھکانا حسینؓ کا

بے مثل بے نظیر ہے تاریخ میں ظفرؔ
گھربار راہِ حق میں لٹانا حسینؓ کا



۱۹۸۰ء کے بعد اردو کے شعری افق پر جو شعرا اپنی بے پناہ توانائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے ان میں جناب ظفر صدیقی ایک اہم شاعر ہیں۔ ظفرؔ صدیقی بنیادی طور سے غزل کے شاعر ہیں، لیکن نعتیہ شاعری میں بھی اپنی قادر الکلامی کا لوہا منوانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ نعتیہ شاعری کا تعلق جس شخصیت سے ہے اس کے مداحوں کی تعداد بے شمار ہے، اور ساتھ ہی اس کے خاص حدود بھی مقرر ہیں جن سے ایک سرِ مو بھی انحراف نعت گو شاعر کو رسوا کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایسے حالات میں اپنے مخصوص لب و لہجے کی بنیاد پر اپنی شناخت قائم کرنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے۔ لیکن ماشاء اللہ جناب ظفرؔ صدیقی اس معاملے میں بڑے خوش قسمت ہیں۔

ظفرؔ صدیقی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کرتے وقت اس کی تازہ کاری کا تو احساس ہوتا ہی ہے ساتھ ہی ایک اور بات بھی ہمارا دھیان اپنی طرف کھینچتی ہے اور وہ ان کی شاعری کا وہ رنگ ہے جہاں خیالات شعری پیکر میں ڈھلتے وقت تشبیہاتی نظام سے کم مگر استعاراتی نظام سے زیادہ قریب دکھائی دیتے ہیں یعنی کہ وہ تشبیہ سے زیادہ استعارہ کو اپنے شعری اظہار کے آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہیں جس سے ان کے اشعار میں نشتریت پیدا ہو جاتی ہے۔

نعتیہ شاعری کا ایک اہم عنصر، جوش و ہوش کے درمیان توازن و اعتدال بھی ہے جہاں ہر وقت خطرے کا اندیشہ بنا رہتا ہے، اس لئے کہ محبت رسول کو شریعت رسول کا بھی امین و محافظ ہونا چاہئے۔ نعت گوئی کے اس مشکل مرحلے کو بھی ظفرؔ صدیقی بڑی سلامتی کے ساتھ طے کرتے ہیں۔ الغرض ظفرؔ صدیقی کی نعتیہ شاعری دینی اور مذہبی جہت سے بھی قابل مطالعہ ہے اور اپنی ادبیت اور شعریت کے اعتبار سے بھی۔

ظفر انصاری ظفرؔ
جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی